TEXT FLY WITHIN THE
BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222243

UNIVERSAL
LIBRARY

۸۹۱٫۴۳۳۳
ف

۱۸۲۰۷

فرحت، عبدالقدوس خان
محروم وصال عرف زیب النساء بیگم

36.C.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. م - ف / ۸۹۱۵۴۳۳ Accession No. ۱۸۲۰۷

Author فرحت، عبداللہ القدوس خاں

Title محروم وصال عرف زیب النساء بیگم

This book should be returned on or before the date last marked below.

برمزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

ناول

محروم وصال

عرف

زیب النسا بیگم

ایک نئی طرز کا اور بےمثل ناول

مصنفہ

جناب صاحبزادہ محمد عبدالقدوس خاں صاحب فرحت مصنف شامِ غم
خلف الصدق اعتبار الدولہ مدبر الملک صاحبزادہ محمد ہدایت اللہ خاں بہادر
افسر جنگ ٹونک راجپوتانہ

باہتمام حافظ فیاض الدین پرنٹر
ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ میں چھپا گیا

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

حامد گڑھ مصلیا
18347
Checked 1978

عرض مصنف

جب ہم کسی تاریخ کے صفحہ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ ان واقعات کا نمونہ پہنچاتا ہے کہ پچھلے زمانہ کے علم و تہذیب کے اعلیٰ پیمانہ پر ہونے کا ثبوت ہیں یہ مشاہدہ آنکھوں میں سرور لاتا ہے اور حیرت طاری کرتا ہے اس سے جو کچھ سبق حاصل ہو اور بغرض استفادہ عام نتیجتاً پبلک کے پیش نظر ہے منصف و قدر شناس طبائع کو اس ناول کا ہر لفظ ثابت کردیگا کہ یہ اور تخیل ناول خیالی افسانوں اور فرضی مبالغات سے قطعی مبرا ہے اور صحیح واقعات کا خوشنما فوٹو ہے معترض طبائع کیواسطے یہ بہت وسیع میدان ہے اونکے اعتراضات کے گھوڑے خوب دوڑ سکتے ہیں ایسے گھوڑوں کو بڑے ناولسٹ صاحبان نے بھی بہت سا میدان دیا ہے اس ناول کی ہیروئن ایک عصمت مآب فی علم مشہور شاعر اور مقدس شہزادی ہے جسکی پاکدامنی - علم - تہذیب - قابلیت و ذہانت کا ایک عالم میں ڈنکا بج رہا ہے اور جس نے اپنی تمام عمر اخلاقی مشاغل میں بسر کی اور اپنی قابل و نادر تصنیفات اپنی یادگار چھوڑیں افسوس ہے کہ واقعات اور ناقدری علم سے مثل آفتاب گہن میں آ جاتے ہیں اور خوف ہے کہ یہ آفتاب اس روشن سے ایک دن چھپ جائے اور ان اصلی واقعات میں زمانہ کی کچھ آمیزش ہو جائے اور آئندہ صحیح پتہ نہ چلے یہ شہزادی [illegible] بادشاہ اورنگزیب کی نور نظر تھی نام نامی اس شہزادی عصمت مآب کا زیب النسا بیگم تھا اسکے اس عصمت پر بعض مخالفین نے عاقل خاں گورنر لاہور کے تعلقات کو ناجائز خیال کر کے تہمت لگائی تھی اگر کسی محقق کو اسکا ثبوت نہ ملا اور سب نے اسکو بالاتفاق مخالفت ہی مانا اور اسلئے وہ [illegible]

عصمت کو پاک و صاف پایا ان دونوں میں یہ تعلقات تھے کہ انکو پورا پورا شاعرانہ اور علمی مذاق تھا دو شاعروں میں اُنس ہم مذاقی ہو جانا ہزاروں مثالوں سے لازمی پایا جاتا ہی چنانچہ ان دونوں میں وہی اُنس تھا عوام الناس سے بعض مخالفین نے اس اُنس کا نام عشق ہی رکھدیا اسلئے کہ یہ عورت تھی انکو بجائے اسکے کوئی مرد ہوتا تو اُنس کہا جاتا اور قرب کو قدردانی سے تعبیر کرتے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد حاسد و بدکار لوگ اگر ایسی اتنی سخت تہمت نہ لگاتے تو اسکے دریائے خوبی میں سے خصوصیت کیساتھ محققان زماں غواصی کرکے گوہر صداقت کیونکر حاصل کرتے جو کہ ہر خاص و عام کے کانوں تک پہنچ رہے ہیں اور ڈہائی سو برس سے اونکی ضیاء عصمت بدستور صفحات تاریخ کو زیب و زینت دے رہی ہے اور قیامت تک اوس یکتائے روزگار کی یادگار باقی رہکر زیب النسا کے نام کو زندہ رکھے گی اور در ناسفتہ کی قدر و منزلت بڑہتی ہی رہیگی ہر اہل کمال کی شہرت و سچائی اسکے بدخواہوں اور حاسدوں سے ہوتی ہے جوہر کو کسوٹی پر کسا جاتا ہے تب ہی وہ قیمت پاتا ہے اسلئے اس پاک بی بی کی مخالفت ہو کر اگر زیب النسا محسود نہ ہوتی تو اسقدر تحقیق ہو کر اتنی وقعت اسکی نہ بڑہتی اور شہادت کو بہت گنجایش ہوتی۔

صاحبزادہ محمد عبد القدوس خاں فرحت ٹونک راجپوتانہ
محلہ موتی باغ محررہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق
۲۰ فروری ۱۹۱۲ء

۷۸۶

پہلا باب

چمن میں آمدِ گُل کی دُہائی ہوتی جاتی ہے
کہ فوجِ حسن کی ہر سو چڑہائی ہوتی جاتی ہے

۱۰ شوال سنہ ۱۲۸۵ھ

رات کے ۴ بج رہے ہیں اندھیرے پر اُجالے کا رنگ چڑھتا جاتا ہے درختوں پر پرندوں کی بول چال شروع ہو گئی یہ سُہانا وقت قلبوں کو بشاش کر رہا ہے پھولوں کی کلیاں چٹک رہی ہیں اونکی بھینی بھینی خوشبو دماغ کو معطر کر رہی ہے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنکھوں میں سرور پیدا کر رہے ہیں نیند تھپک کر سلا رہی ہے مرادوں کی یہ رات ہے۔ اسکے ساتھ بہار کا دن لگ رہا ہے پرندوں کی خوشگوار آوازیں ہر انگیز فضا کی آہٹیں پھولوں کی خوشبوئیں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نور کا تڑکا سہانا وقت مزا دے رہا ہے نرم بستروں کو چھوڑ کر روشوں پر ٹہلنے کو جی چاہتا ہے نیند کا لطف الگ پاؤں دباتا ہے رات بھر کی پیاری نیند نے دنیا و مافیہا سے بیخبر کر دیا دلپر اُمنگ بڑھتی جاتی ہے ہر در و دیوار پر نور برس رہا ہے نسیم سحری بڑے ناز و انداز سے چلتی ہے صبا کا ترنم اور غمگین طبیعتوں پر فرحت بخش اثر ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کو اونکا رنج و غم بھی کافور ہو جاتا ہے مسلمانان دیندار اپنے بستروں سے اٹھ کر نماز کی تیاری میں مشغول ہو رہے ہیں شب بیدار لوگ یادِ الٰہی کر رہے ہیں ہم ناظرین کے ساتھ شہر دہلی کی سیر کرتے ہیں چونکہ اسوقت اندھیرا ہے اسوجہ سے آبادی بہت کم نظر آتی ہے جامع مسجد اسوقت

آدمیوں سے معمور ہے بہت سے تو اول ہی پہنچ چکے ہیں بقیہ سرعت کیساتھ جا رہے ہیں مسجد کے قریب ہی قلعہ واقع ہے جو سنگ سرخ سے تعمیر ہے اور زبان حال سے عادل شاہجہاں کی شان و شوکت کا ثبوت دے رہا ہے اسوقت جو سڑک قلعہ کو جامع مسجد گئی ہے آباد ہے ہر سمت فوجی آدمی ٹہل رہے ہیں جو غالباً نماز صبح ادا کرنیکو آ رہے ہیں قلعہ کے دروازہ پر بیشمار فوجی آدمی اور خدام پہرے چوکی میں مصروف ہیں جنسے ایک قسم کا شاہی رعب ٹپک رہا ہے وہ مختلف راہیں جو قلعہ کے اندر گئی ہیں آباد ہیں اس قلعہ کے جانب شمال اور مشرق ایک خوبصورت سنگین عمارت کا سلسلہ چلا گیا ہے جو سنگ سفید و دیگر قیمتی پتھروں سے بنی ہیں اور جو ترکی و ایرانی و ہندی کاریگروں و ماہران انگریزی معمار و پیچیدہ سازوں کی عقل بادر اونکے علم ہندسہ و حساب سے بخوبی ماہر ہونے کا کھلا ثبوت ہیں ان عمارات کے سلسلہ میں ایک مسجد بھی ہے جسکے چاروں طرف فوجی آدمی و خدام مودبانہ کھڑے ہیں مسجد نہایت خوبصورت بنی ہے مسجد کے اندر بادشاہ نمازی حجاج محمد محی الدین عالمگیر (اورنگ زیب) نہایت سادہ لباس میں جس سے نخوت و تکبر کی ذرا بو نہیں تھی بیٹھے ہوئے یاد الٰہی میں مصروف ہیں ہاتھ میں ایک تسبیح ہے جسکو برابر پھیر رہے ہیں اور نہایت شوق سے اوس خالق لایزال کی حمد و ثنا کو وظیفہ مشغلہ میں جسنے انکو یہ رتبہ دیا۔ یکایک ہمیں ایک شخص نظر آیا جو کمر بستہ ہے تلوار حمائل کئے مسجد میں داخل ہو کر مودبانہ اورنگ زیب کے سامنے آیا اور بادشاہ [illegible] مشغول ہیں انہیں کچھ خبر نہیں تھوڑی دیر یہ شخص ساکت کھڑا رہا آخر کار بادشاہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ شخص سلام کے لئے جھکا اور سلام کرکے اسطرح مخاطب ہوا۔

وہی شخص۔ الٰہی آفتاب دولت اقبال شاہی تاباں باد۔ حضور دختر شاہ نواز خاں کے بطن سے ابھی ایک شہزادی تولد ہوئی ہے۔

اورنگ زیب شکر الٰہی ادا کرکے سجدہ میں جا کر خدائے لایزال کی حمد و ثنا میں مشغول

ہوا تو وہ اردیہ عرض کرکے واپس گیا۔ اس شہزادی کی پیدایش کی خوشی میں کئی روز تک سلطنت میں خوشی منائی گئی اور غربا و فقرا کو خیرات تقسیم کیگئی اور ہزار ہا روپیہ صدقہ میں دیا گیا اور تمام سلطنت میں خوشی منائی گئی اور عادل بادشاہ انجہانی کو کرم سلطنت کے ہر حصہ و گوشہ میں بارانی کرتا رہا جس سے مخلوق مالا مال ہو گئی عقیقہ کے دن شہزادی کا نام زبیدہ بیگم رکہا گیا بعد مین اسکا نام زیب النسا ہو گیا شہزادی کو ہونہار و ہوشیار ہونے میں پاکر اوسکی تعلیم کی خوب غور و پرداخت کی گئی اور وہ لائق عالمہ فاضلہ شاعرہ شہزادی ہو گئی جو کہ دنیا میں مخفی کے ساتھ عفت و عصمت کے لباس میں مشہور زمانہ ہوئی۔

دوسرا باب

برطبع اہل مجلس مخفی گراں نماند   پروانہ جاں فشاند گر چراغ ہر دم

عصر کا وقت ہے گرمیوں کا موسم ہے اسوقت عموماً ہر شخص کی طبیعت سیر و تفریح کیطرف راغب ہوتی ہے کوئی اپنے گھر کے باہر سیر کرنیکو چلا گیا ہے اور کوئی گھر ہی میں دل بہلا رہا ہے شہر دہلی کے قلعہ میں اسوقت ایک خوبصورت عمارت نظر آتی ہے جو اپنی سحاب فلک سے سرگوشیاں کر رہی ہیں اندر سے خوب آراستہ ہے اسکی چہت پر ایک نازنین پریجمال بیٹھی ہوئی ہوا خوری کر رہی ہے ایک کاغذ ہاتھ میں ہے اور کچھ سوچکر لکھتی جاتی ہے یکایک کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی دیکھا کہ اسکی دائی میا بائی ہے اوسے دیکھکر مسکرا کر کہا۔

زیب النسا۔ (یہ اوسی پریجمال کا نام ہے) ہاں دیکھو مینے اسوقت یہ غزل لکھی ہے اسوقت کی خوشگواری نے دل کو ایسا تازہ کیا کہ مینے اسکو لکھے بغیر نہ چھوڑا۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ فرمائے کیسی غزل ہے۔

زیب النسا۔ سنئے ؎

برفگن از شمع رویت ای همه خوبان نقاب — تا بعید منت نهد بر پائے تو سر آفتاب
درد فرقت زندگانی چون کنم یارب کسی — غم قوی محنت فزون دل ناتوان جانم خراب
اینچہ حاصل کردم از سودائے عشق این ستمگر — جان کباب و سینہ چاک و لخت زیں چشم پُر آب
خود گرفتم با غم عشق تو باید بعد ازیں — ہر نفس سالے بود پیشِ تو در راہِ حساب
کامرانی کر گئی مخفی تمامی عمر خویش — گریہ بیحد نالہ بیحد سینہ بریان دل کباب

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ ماشاء اللہ غزل تو بے نظیر لکھی ہے میں قربان جاؤں ایسی شاعری کسی نے کی ہے اور کیوں نہو کیسے کیسے اوستادوں نے آپ کو تعلیم دی ہے یہی تو سبب ہے کہ آپکی شاعری اور علمی لیاقت کا تمام دنیا میں شہرہ ہو رہا ہے اور ہر شخص آپ کا کلام سننے کا مشتاق ہے۔

زیب النسا۔ خدا میرے اوستادوں کی عمر دراز کرے اور ہمیشہ خوش رکھے یہ اونہیں کا طفیل ہے اونہیں نے ہی تعلیم دی ہے اور میرے کلام پر ہی اصلاح فرمائی ہے۔

میا بائی۔ آپنے سنا ہے کہ ناصر علی سرہندی آپکے دیکھنے کا شایق ہے بلکہ میں نے سنا ہے کہ وہ آپکے کلام سے مقابلہ کرنے اور آپکے شوق دیدار میں اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آیا ہے۔

زیب النسا۔ کون ناصر علی!

میا بائی۔ وہی شرفائے سرہند سے جو ہے اوسکے والدین شاعر تھے آپکے والد جہان پناہ سے جب آپکے استاد رستم شاہ نے کسی شاعر کے بلانے کو کہا تو اونہوں نے نواب ذو الفقار خان ناظم سرہندی سے کہکر ناصر علی کو بلوایا۔

زیب النسا۔ ہاں اُسے تو میں جانتی ہوں میں نے یہاں اُسے صرف اسلئے رہنے دیا ہے کہ وہ عمدہ شاعر ہے مشاعرہ میں اسے ہی بلوا لیتی ہوں۔

میا بائی۔ میں نے سنا ہے کہ اوسکو بہی آپ سے محبت ہے وہ آپ کا کلام سننے کا بہت مشتاق ہے۔

زیب النسا۔ محبت کیا معنی؟ صرف شاعر ہونے سے اوسکی صورت بھی یہاں دکہائی دیتی ہے۔

میا بائی۔ یہہ سنا ہے کہ اوسے آپ سے اُنس ہم مذاقی ہے۔

زیب النسا۔ (مسکرا کر) ہاں اکثر شاعر جب مجھے کوئی شعر لکھکر بہیجتے ہیں تو میں بہی اسیطرح کا شعر جواب میں لکھ دیتی ہوں اُسی کو شاید وہ اُنس ہم مذاقی سمجھتا ہوگا کیا۔ تمنے مشاعرہ سُنا تہا۔ جسمیں یہہ طرح تہی ع

اگر مانند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ میں اُس مشاعرہ میں شریک تہی مگر سُنا تہا کہ بہت عمدہ مشاعرہ تہا اگر آپ کو کچہہ شعر یاد ہوں تو سُنا دیں نہایت مشتاق ہوں۔

زیب النسا۔ سب تو یاد نہیں البتہ بعض مشہور شاعروں کے یاد ہیں۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ اگر بار خاطر نہ گذرے تو ضرور سنائیے۔

زیب النسا۔ یہہ اشعار تو میرے ہیں ؎

حجاب تو عروساں در بر شوہر نمی ماند — اگر مانند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

مریض عشق او لبسیار بر بستر نمی ماند — الخ

یہہ اشعار محمد علی صاحب کے ہیں ؎

سہ دو ہفتہ ہمہ گہ با رخ دلبر نمے ماند — الخ

بسیں بیمار الفت را کہ بر بستر نمے ماند — ؍؍

اور یہہ اوسی ناصر علی سرہندی کے ہیں ؎

زن قحبہ درون خانۂ شوہر نمے ماند — الخ

مسافر در سرائے کاروان اکثر نمی ماند الخ

اور یہہ شعر نعمت خان عالی کا ہے ؎

ہلالِ عید چوں ابروئی آن دلبر نمی ماند الخ

باقی اورونکی غزلیں معمولی ہیں ۔

میا بائی ۔ ماشاءاللہ شہزادی صاحبہ آپ کا کلام بہت اچھا ہے ۔

زیب النسا ۔ یہ سب اشعار اچھے ہیں ۔

میا بائی ۔ بیگم صاحبہ آپ کی طبیعت رسا اور شاعری نے ایسی شہرت پکڑی ہے کہ ہر طرف سے شادی کے پیام آرہے ہیں کابل ایران کے شہزادے آپکے آرزومند ہیں

زیب النسا ۔ جس روز سے اپنی بہن کو زچہ گیری کی حالت میں دیکھا ہے اُس روز سے نکاح کے نام سے دل بیزار ہے جب میں اُسکی تکلیف کا خیال کرتی ہوں تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ جاتے ہیں ۔

میا بائی ۔ مگر شہزادی صاحبہ آپ اکیلی رہکر گھبرائینگی نہیں ۔

زیب النسا ۔ گھبرانے کی کیا بات ہے سب سے بہتر تنہائی کا شغل کتب بینی ۔ جب کتاب لیکر بیٹھتی ہوں تو اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا خصوصاً بزرگان دین کے حالات سے مجھے خاص دلچسپی ہے کتب بینی یا ادائے فرائض کے سوا اور کسی بات کو میرا دل نہیں چاہتا ۔

میا بائی ۔ شہزادی صاحبہ مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ اس عمر میں آپ کو مذہبی کتابوں کا بیحد شوق ہے ورنہ اکثر دیکھا ہے کہ اس عمر کی لڑکیاں ایسی باتوں سے کوسوں بھاگتی ہیں ۔

زیب النسا ۔ جہاں پناہ اہل سنت والجماعت ہیں انہیں مذہب سے بہت انسیت ہے یہی وجہ ہے کہ میری طبیعت کو بھی مذہبی معاملات سے خاص نسبت ہے

میا بائی - آپکو شرک و بدعت کے کاموں سے بہی نفرت ہے اور تعزیہ داری و مجالس بہی آپنے ترک کر رکہی ہے ۔

زیب النسا - ہاں جہاں پناہ نے تعزیہ داری کو منہیات سے سمجہا اور مجہے بہی ترک کرنے کی تلقین دی اور چونکہ وہ باخدا آدمی ہیں اون کا ہر کام مذہب کا پہلوئے ہوتا ہے لہذا مینے بہی تعزیہ داری و مجالس کو چہوڑ دیا ہے ۔

میا بائی - آپکی ذاتی و علمی لیاقت و خوش اخلاقی باعث خوشی و فخر ہے ۔

زیب النسا - تمہیں یاد ہے کہ تہوڑے روز ہوئے ایرانی شہزادہ نے طرح کی غزل میں یہ شعر پڑہا تہا ؎

ترا ای نہ چنین در پردہ دیدن آرزو دارم — جمالتہائے حسنت را رسیدن آرزو دارم

اسکے مطلب کو شاعروں میں سے کوئی نہ سمجہا لیکن میں تاڑ گئی ۔

میا بائی - ہاں یہ شعر تو مینے بہی سنا تہا مگر جواب نہ سنا کیا آپنے کچہہ لکہا تہا ۔

زیب النسا - اسکے دوسرے روز مینے ان اشعار میں یہ شعر جوابمیں لکہا تہا ؎

ز گل بگذرد گر در چمن بیند مرا — بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا

در سخن پنہاں شدم مانند بو در برگ گل — ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

میا بائی - ایک مرتبہ ایرانی شہزادہ نے یہ شعر بہی توپڑہا تہا ؎

مقرر کردہ ام در دل ازین درگہ نخواہم رفت — سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

زیب النسا - میں نے اس شعر کا اوسی وقت جواب بہی تو دیا تہا ؎

چہ آسان دیدہ زاہد طریق عشقبازی را — تپ اینجا آتش اینجا اخگر اینجا شعلہ ہا اینجا

میا بائی - آپکے چند اشعار تو مجہے بہی یاد ہیں ایک مرتبہ مشاعرہ میں طرح ہوئی تہی او سپر آپنے گرہ لگائی تہی ؎ بسیار شرم می آید بروئے گل نگہ کردن + کہ رخت غنچہ را واکرد نتوانست تہ کردن + ایکدفعہ طرح کا مصرعہ تہا - در ابلق کسے کم دیدہ موجود

اس مصرعہ پر اکثر شاعروں نے گرہ لگائی مگر آپکی گرہ سب پر فوقیت لیگئی وہ یہ ہے ؎
درِ ابلق کسے کم دیدہ موجود * مگر اشکِ بتانِ سرمہ آلود * ایک دفعہ کا مصرعہ تھا "آتشِ حسرت زہجرت در دلِ بلبل گرفت" آپنے لکھا تھا ؎ در چمن خارِ جفایش ہمدمے باگل گرفت
آتشِ حسرت زہجرت در دلِ بلبل گرفت * ایک دفعہ کی طرح تھی "لختِ جگرم منفعل آید بیروں - اس غزل کے دو شعر اور بھی عمدہ تھے وہ یہ ہیں ؎

مژہ یابِ چناں گشتہ کہ از غایتِ یاس	اشک از چشمِ یتیماں خجل آید بیروں
خواہ در انجمنِ شاہ بود خواہ گدا	بے طلب ہر کہ رود منفعل آید بیروں

زیب النسا - ایکدفعہ جہاں پناہ نے یہ شعر بہت پسند فرمایا ؎

دلیراں را دلیری بعد مردن بیشتر باشد	کہ چرمِ گرگ شیر افگن پس از مردن سپر باشد

اسوقت آفتاب نے کسی کے حسنِ عالمتاب سے شرماکر اپنا منہ چھپالیا اور لیلائے شب نے اپنی زلفیں کھولیں اور آگے بڑھی زیب النساء میاں بائی نے اوٹھکر نمازِ مغرب ادا کی - نماز سے فراغت پائی تھی کہ بدرالنسا بیگم زیب النسا کی بہن آگئی اور اسطرح مخاطب ہوئی -

بدرالنسا - آپا آج تم بہت دیر سے اسی جگہہ بیٹھی ہو ہم تو تمہارا انتظار رنگین برج میں کررہے تھے -

زیب النسا - ہاں بہن اسی جگہہ بیٹھی رہی میاں بائی شعر و شاعری کا ذکر کررہی تھی میری طبیعت یہ ذکر چھوڑکر اٹھنے کو نہ چاہی -

بدرالنسا - آپا رات دن تم شاعری کی دھن میں رہتی ہو تم نے تو سب کام چھوڑ دیئے - ایسی بھی کیا شاعری -

زیب النسا - (مسکراکر) بہن شاعری کی وجہ سے میری نماز و روزہ ترک نہیں ہوتے والدین کی اطاعت میں فرق نہیں آتا مذہبی عقائد میں ضعف نہیں آتا تو مجھے دنیا

کے جھگڑوں کی ضرورت نہیں ان سے تو یہ شاعری ہی اچھی ہے (کسی آنیوالے کیطرف دیکھکر) تو مہر النسا ہی آگئی۔

مہر النسا۔ (زیب النسا کی دوسری بہن) آپا جان کیا کر رہی ہو آج تم ہمارے پاس نہیں آئیں تو ہم ہی آگئے۔

زیب النسا۔ ہاں بہن آج آنا نہیں ہوا۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ اب آپکی بہن آگئیں مجھے اجازت دیجئے جہاں پناہ بھی تشریف لاتے ہونگے۔

زیب النسا۔ اچھا انّاں جاؤ جہاں پناہ آئیں تو ہمیں بھی خبر کرنا۔

میا بائی بہت اچھا کہکر چلی گئی اور تینوں بہنیں گفتگو کرنے لگیں گفتگو کا سلسلہ اسطرح شروع ہوا۔

بدر النساء۔ آپا ہم سب میں تم اچھی ہو کہ اپنا دل بہلایا کرتی ہو کبھی کتب بینی کبھی شاعری سے شغل رکھتی ہو ایک ہم ہیں کہ تمام دن بیکار رہتے ہیں اور کوئی شغل ہی نہیں۔

مہر النسا۔ ہاں دیکھو بہن یہ تو خوب اپنا دل بہلا لیتی ہیں اور انہیں کی خاطر تو جہاں پناہ مشاعرہ کراتے ہیں۔

زیب النساء (ہنسکر) ہاں بہن اپنا اپنا مذاق ہے ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز سے دلچسپی ہوتی ہے مجھے شاعری سے دلچسپی ہے۔ (کسیکو آتا دیکھکر) شبو کیسے آئی۔

شبو۔ شہزادی صاحبہ جہاں پناہ تشریف لاتے ہیں۔

زیب النسا۔ چلو بہن جہاں پناہ تشریف لاتے ہیں۔

یہ کہکر تینوں بہنیں محل کیطرف روانہ ہوئیں۔

تیسرا باب

بے چین کر رہا ہے شوق نظارا مجھکو ارمان میرے دل سے پردہ اٹھا رہے ہیں

ایک - خداوند تعالیٰ ہمارے بادشاہ کا سایۂ اقبال ہمارے سر پر ہمیشہ رکھے کیسے باخدا مسلمان انصاف پسند بادشاہ ہیں اگرچہ شاہان متقدمین بھی منصف بادشاہ ہوئے لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے تو جیسا آرام مخلوق انکے عہد حکومت میں پا رہی ہے ایسا شاید ہی کسیکو میسر ہوا ہو گا -

دوسرا - حضرت ظل الٰہی بادشاہ عالمگیر کا احسان تمام مسلمانوں پر ہے ہمارے موئے تن بھی تعریف کریں تو اونکے احسان کا بدلا نہیں دے سکتے غریبوں کی حمایت اور خبرگیری کرتے ہیں اونکی خوشی کو اپنی خوشی اور اونکے رنج کو اپنا رنج تصور کرتے ہیں خداوند تعالیٰ ایسے بادشاہ کا سایۂ عاطفت ہمارے سر و پر ہمیشہ قایم رکھے ہمارے دل سے خود بخود یہی دعا نکلتی ہے -

پہلا - آپ تو اکثر دربار شاہی میں رہے ہیں اور آپنے ظل الٰہی کو دیکھا ہے آپ مجھسے اونکے عادات و اخلاق بیان فرمائے -

دوسرا - سبحان اللہ اونکے عادات و اخلاق کسطرح سے بیان کروں وہ ایک دریا ہے جسکا فیض ہر وقت جاری ہے وہ آفتاب ہے جسکا پرتو ہر شخص پر پڑتا ہے سچ تو یہہ ہے کہ ایسا بادشاہ قسمت سے ہمیں ملا ہے - نہایت متواضع سے مزاج میں تکبر کی ذرا باس نہیں ہمیشہ سادہ لباس میں رہتے ہیں ہر وقت دین اسلام کی ترقی کی فکر اور اپنی رعایا کی بہبودی کو ہر چیز پر مقدم جانتے ہیں حتی کہ اپنا عیش و آرام بھی اسی واسطے ترک کر رکھا ہے -

شہر لاہور کے قلعہ کے نزدیک ایک مکان میں دو آدمی گفتگو کرتے ہیں قلعہ

کی گھڑیاں دن کے گیارہ بجارہی ہیں انمیں ایک ناصر علی سرہندی اور دوسرا عاقل خاں گورنر لاہور ہے یہ اسطرح گرم سخن ہیں -

ناصر علی - اسمیں شک نہیں کہ بادشاہ سلامت ظل الٰہی نہایت منصف مزاج صالح دیندار آدمی ہیں آپنے یہ بھی سنا ہی کہ اونکو ایک شخص نے اس کام میں مصروف ہونیسے منع کیا تھا اونہوں نے اسکا کیا جوابدیا مینے افواہًا یہ سنا ہے اگر تم کو ٹھیک معلوم ہو تو بیان فرمائے -

عاقل خاں - اُسوقت میں حضوری میں حاضر تھا ایک بڑے امیر نے کہا کہ حضور جو ہر کام میں اسقدر مصروفیت فرماتے ہیں اوس سے اندیشہ ہے مبادا صحت جسمانی بلکہ قوائے دماغی کے اعتدال اور طاقت کو کچھہ نقصان پہنچے نعلیحٰا اس امیر کو بادشاہ نے کچھہ جواب ندیا مگر تھوڑی دیر بعد دوسرے ذیعلم سے فرمایا کہ آپ اس بارے میں متفق الرائے ہیں کہ مشکل اور خوف کے موقعہ پر بادشاہ کی جان تکلیف میں پڑجانا اور ضرورت کیوقت رعایا کی بہتری کیلئے جو بادشاہ پر مقدم ہے تلوار لیکر میدان جنگ میں جانا اور جان دیدینا بادشاہ کیلئے فرض ہی مگر یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی تندرستی کو اپنی رعایا کے حقوق پر مقدم سمجھکر عیش و آرام میں مشغول رہوں اور سلطنت کے کام کو غیروں کے بھروسہ پر چھوڑدوں یہ شخص نہیں جانتا کہ خدا نے مجھکو تخت سلطنت پر بٹھایا ہے تو اوروں کے آرام کیلئے مجھپر محنت کرنا فرض ہے جوں جوں انسان کا عہدہ ترقی کرتا ہے ویسے ہی اُسکے ذمہ تمام رعایا کے حقوق ہیں اب کسقدر ظلم ہوگا کہ بادشاہ عیش و آرام کرے اور رعایا تکلیف اُٹھائے کیا بادشاہ سے اسکا مواخذہ نہوگا افسوس یہ صاحب نہیں جانتے کہ عیش پسندی کے نتیجے کیا ہیں اور اپنے ہوتے سلطنت کا کاروبار دوسرے پر چھوڑنے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے جناب شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کو لازم ہی کہ کل سلطنت کا کاروبار اپنے

ذمہ لیں ورنہ لازم ہے کہ بادشاہت کرنا چھوڑ دیں کیا ان بزرگوں کا قول لغو ہے نہیں ہرگز نہیں۔ تم اپنے دوست سے کہدو کہ اگر ہم سے تحسین و آفرین کرانا چاہتا ہے تو اپنے کام کو مستعدی سے سرانجام دیں اور آئندہ ایسی صلاح جو بادشاہوں کے قابل نہیں کبھی نہ دیں عشق پسندی کی صلاح تو ہماری بیگمات ہی دے سکتی ہیں۔

ناصر علی۔ سبحان اللہ کیسے اخلاق پسندیدہ ہیں ہنستے تو یہ بھی سنا ہے کہ کامیدہ آدمی کی عزت اونکی نگاہوں میں اسقدر ہے کہ اونکی سرکار میں ایک سپاہی ایسا نہیں جس کا بادشاہ نے ملاحظہ نہ کیا ہو سیر و شکار میں بھی علما کی بہبودی مد نظر رکھتے ہیں اور کاشتکاروں سے بذات خود پیداوار کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

عاقل خاں۔ بیشک بالکل صحیح ہے اور کتنی عمدہ بات ہے کہ مذہبی احکام کی پیروی میں نہایت سرگرم ہیں جو مسلمان اپنے مذہب کی پیروی میں سست ہے اُس سے سختی سے پیش آتے ہیں حدود سلطنت کے ہر حصہ میں شرعی پابندی جاری کر رکھی ہے البتہ غیر قوموں کو آزادی ہے چنانچہ اسوقت بنگالہ میں ۲۵ ہزار سے زیادہ عیسائی آباد ہیں وہ اپنی مذہبی رسوم بے کھٹکے ادا کرتے ہیں۔ بلکہ عیسائی اپنے ملک میں جہاں حکومت اونکی اپنی قوم اور مذہب کی ہے۔ اختلاف اعتقاد کیوجہ سے ایک فرقہ دوسرے فرقہ کیوجہ سے اسقدر امن و امان میں نہیں جتنے شہنشاہ غازی حضرت ظل الٰہی عالمگیر کے ماتحت عیسائی مسلمانوں سے ہیں چنانچہ حتی کہ دار الخلافت میں بھی عیسائیوں کے معبد خانے بنے ہیں جہاں وہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں میں نے دورہ کرکے خود دیکھا ہے کہ خصوصاً غیر قوموں کیلئے کسی قسم کی شراب وغیرہ کی بھی روک نہیں بادشاہ سلامت کی انصاف پسند طبیعت نے اونپر اتنا جبر بھی گوارہ نہ کیا کہ شراب کی خرید و فروخت کو منع کرتے میں نے خود دیکھا ہے کہ اہل ہنود بھی بے کھٹکے ہیں انکے مذہبی معاملات

کا تو ذکر ہی کیا ہے اونکے توجہات اور دوسرا اس میں بہی کچھہ دخل نہیں دیا جاتا شہزادہ صاحب محمد اعظم کی والدہ راجپوت قوم کی ہیں بادشاہ سلامت نے اونکے ہندو دہرم میں کبہی لغزش پیدا کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ اپنے آبا و اجداد کے پیروی کرنے میں پوری آزادی ہے۔ وہ اس آزادی میں فائدہ اوٹہانے سے قاصر نہیں علاوہ اسکے شہنشاہ عالمگیر مختلف شہروں کے ناظموں کے نام اکثر فرمان بہیجتے رہتے ہیں کہ غیر قوموں کی حق تلفی کیلئے سخت ممانعت ہے اور مختلف جاسوسوں وغیرہ سے خود دریافت فرماتے ہیں کہ کہیں کسیکی حق تلفی تو نہیں ہوتی یا کوئی کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو سلطنت کے کسی حاکم کا شاکی تو نہیں ہے میرے پاس بہی رعایا کی بہبودی اور انکی حفاظت اور اونکے حقوق کے پابندی کے بابہ میں اکثر فرمان آتے رہتے ہیں

ناصر علی ۔ سبحان اللہ سچ تو یہہ ہے کہ ایسا عادل بادشاہ صرف ہم لوگوں کی قسمت سے ملا ہے الحمد للہ کہ مسلمانوں میں ایسا صلح کل بادشاہ موجود ہے پہر وہ جتنا ناز کریں تہوڑا ہے غالباً آپکو معلوم ہے کہ بادشاہ موصوف کی ایک شہزادی ہیں۔ شاعری میں اونہیں کمال حاصل ہے علم میں بہی شہرۂ آفاق ہیں۔

عاقل خاں ۔ ہاں میں خوب واقف ہوں انکی تو صرف شہرہ ہی سنا تہا مگر جب سے میں نے اونکا کلام سنا ہے مجہے اون سے انسیت ہو گئی ہے۔

ناصر علی ۔ اون کا کلام بے نظیر ہے جیسے بہت سے شاعر ہیں اور میں بہی شاعر ہوں مگر اونکے مقابلہ میں کچہہ نہیں وہ اگرچہ عورت ہیں مگر شاعری میں ایسی مہارت پیدا کی ہے کہ بڑے سے بڑے اوستاد اون کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عاقل خاں ۔ بیشک اونکا کلام لاجواب ہے شاعری کا اونہیں بہت ہی شوق ہے

ناصر علی ۔ ہاں جناب مشاعروں میں بہی شریک ہوا کرتی ہیں بیشک مشاعروں اور علمی مشاغل سے بہت دلچسپی ہے۔

عاقل خاں ۔ کیا وہ مشاعرہ میں بے پردہ بیٹھتی ہیں ۔

ناصر علی ۔ وہ نہیں باوجود اسکے کہ شاعری کا اتنا شوق ہے اور عالموں شاعروں اور فاضلوں سے بسبب علم و فضل و کمال شعرگوئی کی اُنسیت ہے مگر پردہ میں ذرا فرق نہیں آنے دیتیں یہاں تک کہ کم عمر لڑکوں سے بھی پردہ کرتی ہیں ۔ اور مشاعرہ میں تو خاص انتظام ہوتا ہے کیا مجال کہ کوئی دیکھ سکے سچ تو یہ ہے کہ شہزادی نہایت نیکدل ۔ صالح ۔ حلیم ۔ بردبار ۔ خلیق و متحمل ہیں اور مینے بارہا تجربہ کیا کہ وہ غصہ و غضب کے وقت بھی مطمئن نظر آتی ہیں خادموں اور کنیزوں کے ساتھ بڑا سلوک کرتی ہیں کسی نے آپ کو چیں بہ جبیں کبھی نہیں دیکھا حالانکہ اونکے ہمعصر شاعروں کے بیباکانہ اور گستاخانہ شعر اُنکے لئے موزوں ہوتے ہیں مگر وہ غصہ ہونا تو درکنار پرواہ بھی نہیں کرتی ہیں مستقل مزاجی اسی کا نام ہے جو کچھ مینے کہا اسمیں سرمو فرق نہیں یہ سب راست ہے میں کسی غرض یا خوشامد سے تعریف نہیں کرتا اونکے حسن اخلاق کا ایک عالم میں شہرہ ہے چونکہ شاعری کا شوق ہے اونکا کلام سنکر مجھے اون سے انسیت ہو گئی اور اون کے دیکھنے کا نہایت مشتاق ہوں مگر آخرکار اپنے ارادہ میں ناکام ہی رہا وہ ایسی نہیں ہیں کہ کسی کی خاطر پردہ شکنی کریں یا اونکی فرائض میں کسی قسم کا نقصان آنے دیں ۔

عاقل خاں ۔ بیشک یہ صحیح ہے میں بھی اپنا حال بیان کرونگا آپ اپنا حال ختم کرلیں مجھے اون سے خاص انسیت ہے ۔

ناصر علی ۔ مجھے حضرت ظل الٰہی عالمگیر نے طلب کیا اور مشاعروں میں شریک ہونے کا حکم دیا میں اونکا کلام سنکر نہایت متعجب ہوا اور کئی بار مختلف ذرائع سے مینے اسوا ہر کی کوشش کی کہ اونکی صورت ہی دیکھلوں مگر ناکام ہی رہا بیشک شہزادی صاحبہ نیک نفس و باخدا عورت ہیں وہ ہر کام میں مذہبی احکام مقدم

سمجھتی ہیں پہلے مجھے یقین نہ تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس عمر کی لڑکیاں اکثر چلبلی طبیعت کی ہوتی ہیں مگر جب مینے ہر طرح سے آزمایش کرلی اور اپنی انواع واقسام کی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اوسپر بھی سچے عرف اونکے دیدار سے ہی ناامیدی ہوئی بلکہ یہ خوف ہوا کہ میرا مشاعرہ میں شریک ہونا ہی موقوف نہ کرادیا جائے ایک مرتبہ بیگم صاحبہ نے طرح دی تھی (مصرع) از ہم مپے شود زحلاوت جدا لبم بہت سے شاعروں نے اسپر گرہ لگائی۔ مگر میں نے صرف یہ دیکھنے کو کہ شہزادی صاحبہ کے کیسے خیالات ہیں یہ گرہ لگائی ہے

ازہم مپے شود زحلاوت جدا لبم — شاید رسید برلب زیب النسا لبم

اس گرہ پر سنا ہے کہ اونہیں بہت غصہ آیا مگر چونکہ وہ قابو ہی میں اپنے غصہ کا اظہار صرف اس شعر کے ذریعہ سے کیا اور وہ شعر مجھے بھیجدیا ہے

ناصر علی بنام علی بردہ پناہ — ورنہ بہ ذوالفقار علی گسر بریدمت

عاقل خاں۔ بیشک مجھے اون سے پورا پورا انس ہے مینے ہی بارہا اس امر کی کوشش کی کہ اون کو دیکھوں مگر ناکام رہا بعد ازاں مینے نامہ وپیغام کے ذریعہ سے مطلب براری چاہی مگر تمام کوشش بے سود رہی وہ ہی تو تمام شعرا سے یکساں برتاؤ کرتی ہیں مجھے آخر کار اپنے ارادہ میں ناکام ہونا پڑا سنا ہے اونہیں نکاح سے ہی انکار ہے۔

ناصر علی۔ نکاح کے نام سے تو وہ برا مانتی ہیں اور نہ اونکے اس قسم کے خیالات ہیں کہ کوئی اون سے محبت کرے وہ اسمیں کامیاب ہوا یران کے بڑے بڑے شہزادوں نے نکاح کی درخواست کی بلکہ ایک شہزادہ صاحب تو اونکو دیکھنے کی غرض سے دہلی میں تشریف لائے تھے مگر ناکامیاب گئے۔

عاقل خاں۔ ہاں بیشک جب اونکی رسائی نہوئی تو ہم کس شمار میں ہیں آپ

اکثر مشاعروں میں شریک تہے شہزادی صاحبہ کے ایسے شعر سنائیے کہ جن سے شوخی پائی جاتی ہو اور اسیوقت بنائے گئے ہوں۔

ناصر علی۔ ایسے موقعہ تو رات دن پیش ہوتے ہیں ایک مرتبہ بازیگر کا تماشہ ہو رہا تہا اور بازیگر کی عورت بانس پر چڑہکر قلا بازیاں کہا رہی تہی چونکہ یہ نہایت حسین عورت تہی شعراء حاضرین میں سے کسی نے اوسکی تعریف میں یہ شعر موزوں کیا

ایں لعبت بوالعجب چوماہ پیداست　　یا تازہ گلے بر سر شاخ رعناست

شہزادی صاحبہ نے سُنکر یہ شعر اوسیوقت موزوں کیا ؎

نے نے غلط ست کافتاب محشر　　بر نیزہ بر آمد و قیامت بر پاست

سُنا ہے کہ فغفور چین نے شاہجہاں شہنشاہ ہند کو تحفتاً ایک آئینہ بہیجا تہا اور شہنشاہ عالمگیر سے شہزادی زیب النسا کو ملا یا تہا وہ ایک کنیز پرستار روشن نام کے ہاتہ سے گر کر ٹوٹ گیا اوس قیمتی چیز کے ضایع ہو جانیکی غرض سے لونڈی کانپتی ہوئی آئی اور بہ سبب خوف کے مُنہ سے بات نہ نکل سکتی تہی مگر شہزادی صاحبہ نے پوچہا تو اوسنے لرزاں دتپاں عرض کیا ع از قضا آئینۂ چینی شکست

شہزادی صاحبہ نے کچہہ ملال نہ کیا بلکہ بخندہ پیشانی فرمایا ع خوب شد سامان خود بینی شکست۔ یہ پرستار روشن نام بہی بڑی قابلہ تہی فی البدیہہ شعر کہنے میں اسے بہی پوری مہارت حاصل تہی چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ شہزادی صاحبہ نے اسی پرستار روشن سے فرمایا کہ فلاں کمرہ میں میری فلاں بیاض رکہی ہے لے آ وہ بیاض لا رہی تہی راستہ میں چہوٹا سا حوض تہا اوس میں سُرخ مچہلیاں چہوٹی ہوئی تہیں خادمہ مچہلیوں کا تماشہ دیکہنے میں مصروف ہوگئی اور بیاض اوسکے ہاتہ سے حوض میں گر پڑی اوسیوقت اوس نے ڈرتے ڈرتے شہزادی صاحبہ کے روبرو ان اشعار کو جو اوسنے اوسیوقت

موزوں کئے تھے پڑہے ؎

آں بیاض خاصۂ شاہی کہ رومی ہر طرف — چوں کواکب نقطہ ہای انتخاب افتادہ است
این زمان زدست روشن بود خاکش در دہن — چوں بیاض سینۂ ماہی در آب افتادہ است

اسپر بہی شہزادی صاحبہ نے اُس سے کچہہ نہ کہا بلکہ مسکرا کر خاموش ہو رہیں اور رات دن ایسے ہی واقعات پیش آتے تہے۔

عاقل خاں۔ کیا آپ ملا طاہر غنیؔ سے واقف ہیں کیا وہ دہلی میں ابتک تشریف نہیں لائے۔

ناصر علی۔ میں اونسے خوب واقف ہوں اونہوں نے ابتک کشمیر سے باہر قدم بہی نہ نکالا باوجودیکہ شہنشاہ ہند عالمگیر نے سیف خاں حاکم کشمیر کی معرفت طلب بہی فرمایا تہا مگر اونہوں نے انکار کردیا اور کہا لکہدو غنی دیوانہ ہوگیا ہے اسپر سیف خاں نے کہا کہ آپ جیسے نازک خیال اور عقلمند کو دیوانہ کیسے بنا سکتا ہوں یہ سُنکر اونہوں نے فوراً اپنے کپڑے پہاڑ ڈالے اور دیوانہ صورت بنا کر کہا ابتو لکہدو۔ مختصر یہ کہ وہ دہلی نہ آئے اور اپنی گوشہ نشینی پر قناعت کرکے کشمیر ہی میں رہے وہ بہت عمدہ آدمی ہیں اگرچہ افلاس میں اکثر مبتلا رہتے ہیں مگر کسی کے سامنے حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے اور نہ مالداروں پاس دولت کی طمع سے جاتے ہیں چنانچہ وہ خود ہی فرماتے ہیں ؎

فکر روزی بر نمی دارد مرا از جای خویش — آبرو چوں شمع میریزم ولی بر پای خویش

مین نے خود ایکدفعہ اون سے اپنے کلام کے بارے میں رائے طلب کی تہی۔ تو اوسکے جواب میں آپنے یہ رباعی بہیجدی ؎

گر مرتبۂ شعر خود دیدی از من + گویم سخن مرنج ای کودن ۝ بر ہر ورق کہ کردہ مشق سخن چوں لوح شوی در آب دہن + مرزا محمد علی بیگ اکثر فرمایا کرتے

تے کہ اگر غنی صاحب صرف اپنا ایک شعر دیدیں تو میں اپنا تمام دیوان نذر کروں وہ شعر یہ ہے ؎

حسن سبز تو بخط سبز مرا کرد اسیر دام ہم رنگ زمیں بود گرفتار شدم

آپ کی چھیڑ چھاڑ اون سے اب بھی ہے یا نہیں۔

ناصر علی۔ (مسکرا کر) ہاں اب بھی ہے ابھی حال ہی میں مینے چند اشعار مختلف لکھے ہیں سبب یہ ہے کہ اوسکی وجہ سے شاعری چمک اٹھی ہے وہ اشعار یہ ہیں ؎

باین شوخی غزل گفتن علی از کس نمی آید بہ ایراں می فرستم تا کہ بفرستند جوابش را

دیگر

علی بنگر با یراں می برد شہرت ازاں ترسم کہ صایب چوں بگرید آب در دفتر شود پیدا

دیگر

علی بہ گلشن کشمیر رفتنم عیب است کہ ہمصفیر من آں عندلیب تبریز است

دیگر

خوں گشت علی سینہ من از مصرعۂ صائب در پیرہن غنچہ بہ بنید کہ خار است

عاقل خاں۔ آپکی طبیعت بہت اچھی ہے نواب ذوالفقار خاں ناظم سرہند جو آپکو دہلی لائے اور آپکے ساتھہ ایک برہمن تہے وہ بھی تشریف لائے تھے۔

ناصر علی۔ جی ہاں نواب صاحب مجھے اور برہمن کو اپنے ساتھہ لائے اور حضور میں پیش کیا اوّل برہمن نے اپنی غزل بادشاہ کے روبرو پڑھی مگر اوس کا قطعہ بادشاہ کو ناپسند ہوا کیونکہ بادشاہوں کی طبیعت تو مشہور ہے۔ بمصداق "گاہے بسلامے برنجند گاہے بدشنامے خلعت دہند" اور شعر یہ تہا ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم۔

بادشاہ نے ارادہ کیا کہ مطابق حکم شریعت انتقام لینا ضروری ہے میں نے فوراً ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور شیخ سعدی ایسے ہی صاحب کی شان میں گلستاں میں فرماتے ہیں ؎ خر عیسیٰ اگر بمکہ برند چوں بیاید ہنوز خر باشد اس لئے تعجب کی بات بھی نہیں ہے اگر برہمن کعبہ سے واپس آکر برہمن رہے یہ سنکر بادشاہ کو ہنسی آئی اور انتقام سے درگذرے پھر میں نے ایک غزل سنائی جو بہت پسند آئی جب ہی سے مجھے شاہی مشاعروں میں شریک ہونے کی اجازت ملی۔ صائب غنی برہمن حاضری مشاعرہ سے محروم ہیں۔ خیر وہ دہلی تشریف کیوں نہ لائے جب آپ دہلی تشریف لایا کریں تو مشاعرہ میں ضرور شریک ہوا کریں۔

عاقل خاں ۔ ہاں انشاء اللہ ایسا ہی کیا کرونگا۔

ناصر علی ۔ حضرت ظل الٰہی جہاں پناہ کی طبیعت اب کیسی ہے

عاقل خاں ۔ الحمد للہ اب تو بہت افاقہ ہے جب سے لاہور سے تشریف لائے ہیں طبیعت بہت اچھی ہو گئی ہے اور روز بروز بہ صحت ہیں مگر بادشاہ کا ارادہ یہاں زیادہ قیام کرنے کا ہے اسلئے اپنے حرم و قبایل کو بھی یہاں بلالیا ہے۔ شہزادی صاحبہ بھی تشریف لائی ہیں!

ناصر علی ۔ تو شاید یہاں بھی شعر و شاعری کا سلسلہ جاری رہے گا۔

عاقل خاں ۔ ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

ناصر علی ۔ حضرت ظل الٰہی جہاں پناہ شہنشاہ غازی منع تو نہ کرینگے۔

عاقل خاں ۔ نہیں شاید منع تو نہ کریں مگر خیال رکھو بادشاہ کے سامنے حضرت ظل الٰہی کو جہاں پناہ شہنشاہ غازی نہ کہدینا بادشاہ خود کو بڑا کرکے دکھانا نہیں چاہتے اور نہ چاہتے ہیں کہ رعایا مجھکو حد سے زیادہ بڑھائے وہ تو خود کو ادنیٰ آدمی تصور کرتے ہیں اور اسی باعث سے اون لوگوں سے جو خوشامد کرتے ہیں

ادن سے سخت ناراض رہتے ہیں انمیں تکبر ذرا نہیں اسیوجہ سے وہ بلا تکلف غریبوں کے گھر چلے جاتے ہیں اور ادن سے اونکے حالات خود دریافت فرماتے ہیں کہ کسیکو تکلیف ہنو اگر ذرا ہی کسی پر تکلیف ہوتی ہے تو جب تک وہ رفع نہ ہو جائے ذرا آرام نہیں فرماتے -

ناصر علی - بیشک بادشاہ رعیت کے خیر خواہ ہیں خدا اونکو ہمیشہ تخت پر قایم و برقرار رکھے -

یکایک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی جو ان دونوں سے قریب ہوتی جاتی ہے دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک شخص نے گھوڑے سے اوتر کر ان کے پاس آکر کہا -

نووارد - بادشاہ جہانگیر نے حکم بھیجا ہے کہ عاقل خاں گورنر لاہور ابھی جا کر اوس سواروں کے رسالہ کو کہ جسکو بادشاہ نے آپکے پاس بھیجا ہے اپنے ہمراہ لیجائیں اور دہلی سے بیگمات اور شہزادیاں آرہی ہیں اونہیں اپنے ہمراہ حفاظت سے لائیں -

عاقل خاں - بہت اچھا - ناصر علی اب تو جاتا ہوں انشاء اللہ پھر کبھی ملوں گا -

ناصر علی چلا گیا اور عاقل خاں ناظم لاہور نے گھوڑے پر سوار ہو کر رسالہ کو اپنے ہمراہ لیکر شاہی بیگمات اور شہزادیوں کے استقبال کو شمال و مشرق کیجانب روانہ ہوا

چوتھا باب

عجب انداز سے آیا ہے قاتل آج مقتل میں خدا کا شکر ہے اب حوصلے نکلیں گے بسمل کے

گرمیوں کا موسم صبح کا وقت ہے اور سورج نکلنے والا ہے بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی معشوق نے اپنے عارض تاباں سے زلفوں کو علیحدہ کر دیا ہے ظلمتکدہ

جہان میں کسی حسین کی جسکے عارضِ تاباں کی ضیا تمام دنیا کو منور کردیتی ہے
آمد آمد سے ظلمتِ شب کافور ہوگئی اور کسی جہاں آرا کے حُسن کی بہار دیکھنے کو ہر
چیز خوابِ غفلت سے بیدار ہوگئی ہے تاروں کی روشنی کسی کے حسن کی
سامنے ست چکی ہے۔ اور جو دو ایک باقی ہیں وہ نہایت حسرت کے عالم میں
کسیکو دیکھکر شرما رہے ہیں۔ اور سقفِ نیلوفری سے رخصت ہو رہے ہیں۔
آسمان نے بھی جو تمام رات مثل کسی حسین کے اپنا بناؤ سنگار کئے ہوئے
ہیں اسوقت کسی سادہ وضع حسین کی صورت دیکھکر اپنا بناؤ سنگار دور کردیا اور
کسی کے حسن تاباں سے خود بھی روشن و تاباں ہوگیا۔ طیور بھی اپنے اپنے
آشیانوں میں بیٹھے کسی کے حسن کے چہچہے کر رہے ہیں اور آنیوالے دن کو
نگاہِ مسرت سے دیکھکر خوش ہو رہے ہیں چمن کے سبز پوشوں نے بھی اسوقت
اپنا روپ نکالا ہے رات کی تاریکی سے جو اون پر پژمردگی چھائی تھی وہ خوشی سے
بدل گئی اور کسیکو دیکھنے کی خوشی میں جھوم رہے ہیں ہر پتے سے خوشی کے
آثار نمایاں ہیں اشجار پر اسوقت طیور کا چہچہانا اونکی خوشی و خرمی کو دوبالا کر رہا ہے
پھول اپنے جامے سے باہر ہوکر کسیکو اپنا جوبن دکھا رہے ہیں نمعلوم اسوقت
ان کو کیا خوشی ہے کہ وہ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں شبنمِ سحری اونسے چھیڑ چھاڑ
کر رہی ہے مگر وہ اسکا ذرا برا نہیں مانتے بلکہ خود بھی شوخیاں کرتے ہیں اونکو
یہ مذاق ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خوشی کے باعث لوٹے جاتے ہیں اون کے
عارضِ تاباں بسبب اس خوشی کے سرخ و سفید ہو رہے ہیں نرگس کسی حسین کو
دیکھکر ایسی بیخود ہوگئی کہ ایک ہی سمت ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہے کہ پلک تک
نہیں جھپکاتی اسدرجہ حیرت ہے کہ اپنے سر و پا کی بھی خبر نہیں گویا محوِ نظارہ
ہوکر اوسنے اپنی بیخودی کو فنا کردیا ہے سنبل کسیکو دیکھکر ایسی پریشان ہوگئی کہ

اوسے اپنی آسایش کا اصلا خیال نہیں نہایت استعجاب کی حالت میں اوسنے اپنی زلفوں کو پریشان کر دیا ہے اور کسی کے حسن کی جھلک سے عشق کی چوٹ لگی ہے۔ جس سے اوسکا سینہ داغدار ہو گیا ہے کسی کے حسن خداداد کی صفت بیان کرنے سے قاصر ہیں جو یوں بے دہن و بیزبان بن رہے ہیں شمشاد و سرو نے کسیکی آمد کی خبر سنکر اپنی گردنیں اونچی کر لی ہیں تاکہ اوسکے آنیکی خبر چمن کے سبز پوشوں کو دیں جنکا وہاں انتظار ہو رہا ہے یا یہ کہ اوسکے دیدار سے پہلے خود ہی مشرف ہولیں بعد میں کسی غیر کی نوبت آنے دیں۔ عروس دنیا اپنا سیاہ لباس دور کرکے جلوہ یار کے پرتو سے منور ہو گئی۔

شہر لاہور کے قلعہ میں اسوقت ہمیں شاہی محلات کا سلسلہ نظر آتا ہے یہ عمارات سنگین خوبصورت سنگ سفید سے بنی ہوئی ہیں جن سے صناعان ایرانی و ترکی و ہندی کی قابلیت و کاریگری نمایاں ہے ان عمارات کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور اس سے خاص حشم کا رعب شاہی ظاہر ہوتا ہے یہ عمارات صناعوں کی کاریگری کے نمونے ہیں اس سلسلہ میں جانب شمال ایک محل دکھائی دیتا ہے جو پچہ کاری سے ہر سمت مرصع و مزین ہو رہا ہے یہ مکان نہایت آراستہ و پیراستہ ہے اسکی چھت سے تمام شہر کی سیر ہو سکتی ہے دوسری سمت جنگل اور کچھ شہر کا حصہ نظر آتا ہے اس عمارت کے جانب شمال چھت پر عجب لطف آرہا ہے فرش و فروش قاعدہ سے بچھے ہیں اور ایک پریجمال نازنین نہایت ہی سادہ وضع سے ٹہل رہی ہے اسکا قد لمبا ہاتھ پاؤں متوسط بدن دبلا پتلا چہرہ گول رنگ صاف جس سے ضیائے حسن جھلک رہی ہے انکھیں مثل آہو سر کے بال لمبے لمبے جو کسی عاشق کے لئے ناگن سیاہ فام سے ذرا بھی کم نہیں سلک دندان پر لعل یمن قربان ہیں ہونٹ پتلے پتلے

چہرہ پر کارکنان قضا و قدر نے حسن دلفریب کا پوڈر ملدیا ہے قد ایسا خوبصورت کہ سرو دیکھکر شرما جاوے گلگون عارض کی ضیا اور آنکھہ کے ڈوروں کی سرخی دیکھکر لعل یمن خون پیتا ہے لباس ایرانی وضع کا ہے اسوقت گلناری جوڑا زیب تن ہے جسکو دیکھکر لعل یمن انگارہ پر لوٹتا ہے یہ لباس حسن کو اور دوبالا کررہا ہے ایک مالا موتیوں کا زیب تن ہے جسکے بیچ میں دو تین تعویذ لٹک رہے ہیں کانوں میں جواہرات کے کرن پھول ہیں اس کے سوا اور کوئی زیور نہیں اس سادگی پہ ہزار بناؤ سنگار قربان ہیں یہ شہزادی زیب النسا ہے اسکا لباس ہمیشہ سادہ رہتا ہے کیونکہ اسکو دنیاوی بناؤ سنگار سے قطعی نفرت ہے کسی محقق نے اس بات کا ثبوت نہ پہنچایا کہ اس شہزادی نے کبھی اس سے زیادہ زیب و زینت کی ہو البتہ زیور حسن و اخلاق و پیروی مذہب اسلام اوسکو مرغوب الطبع تھی اور اسی کو اپنا سچا اور وفادار زیورات سمجھتی تھی اور اسی پہ مرتے دم تک کاربند رہی چنانچہ وہ خود کہتی ہے ؎

دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمیں بست نام من زیب النسا

شہزادی ہوکر اس قسم کے خیالات رکھنا آجکل تعجب کی بات ہے اور انہیں نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ جب زیادہ سامان عیش مہیا ہوں اور ایک بڑی سلطنت کی باگ اپنے قبضہ میں ہو جوانی بہار پر ہو علم سے بہرہ ور ہو ہر قسم کی آزادی ہو تو انسان بیہودہ خیالات سے بہت کم بچ سکتا ہے بلکہ آجکل تو قریب ناممکن کے ہے کہ ایسے ذرایع ہوتے ہوئے انسان بچ سکے مگر ہم اس شہزادی کے پاک اخلاق اور برگزیدہ خیالات کی داد دیتے ہیں کسی نے اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ اس شہزادی کے کیریکٹر میں کسی طرح کا فرق تھا۔

بہت سی چھان بین کے بعد سب کو بالاتفاق تسلیم کرنا پڑا کہ اسکے اخلاق ہمیشہ کیلئے

بداخلاقی کے بدنما دہبہ سے پاک ہیں۔
اگرچہ عوام الناس سے بعض مخالفین نے جنکو غالبًا اسیوجہ سے بادشاہ اورنگ زیب اور اوسکے خاندان سے دشمنی تھی مخالفتًا اس عفیفہ پر تہمت لگانا چاہی تھی مگر اونکو پورا ثبوت نہ مل سکا۔
اور اونہوں نے محض تہمات کو اپنا ذریعہ قرار دیا مگر یہ اعتراضات جو کہ محض خام خیالی پر مبنی تھے کچھہ نہ بن سکے اور مثل شپرہ کے جو کہ آفتاب کی روشنی سے چھپ جاتا ہے خود بخود قایل ہو گئے۔ اور صفحہ ہستی پر نمو نہ نہ دے سکے۔ بالآخر سبنے بالاتفاق اس شہزادی کو خوش خلقی۔ نیک نفس عفیفہ وزاہدہ مان لیا۔
مذکورہ بالا وسائل کے ہوتے ہوئے ہماری ہیروین نے جس خوش اخلاقی سے زندگی بسر کی وہ تعجب خیز ہی نہیں بلکہ حیرت میں ڈالتی ہے۔
یہ بات ہماری ہیروین کو دو وجہ سے حاصل ہوئی ایک تو یہ کہ وہ متقی و حق پرست انصاف پسند رعایا پرور عدل گستر بادشاہ کی بیٹی تھی دوسرے یہ کہ اوسکی جبلی عادت دنیاوی کرشموں سے بہت دور رہتی تھی یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ حکومت کا اثر عام رعایا پر پڑتا ہے جب خود بادشاہ اور اوسکا خاندان ایسا ہوگا تو اوسکی رعایا ایسی کیوں ہو گی۔ غرضکہ ان وجوہات کیوجہ سے ماننا پڑتا ہے کہ اوس زمانہ کی تعلیم ہی اعلیٰ پیمانہ پر تھی اور اون لوگوں نے وہ اخلاقی ترقیاں کی تہیں جو ہمارے خواب و خیال میں بہی نہیں اتنی اگر کوئی مخالف اسکے خلاف رائے دے تو اوسکی یہ رائے محض خیالات خام پر مبنی ہوگا اور اسکا پورا ثبوت کہیں نہ ملیگا اگر عقل پسند دیگر علم سے کام لیا جائے تو ہر شخص اسبات کا قائل ہو سکتا ہے کہ بادشاہ غازی جناب محی الدین عالمگیر (اورنگ زیب) کی حکومت کا زمانہ نہایت ہی امن و امان اور انصاف کا زمانہ ہوا ہے گو متعصب لوگ اسبات قائل نہوکر اسکے سر [illegible] لئے [illegible] اکثر [illegible] لکھتے ہیں

مگر اون کو اسکا کافی ثبوت کہیں نہیں ملتا اور سُنی سُنائی عیبوں کو اصلی واقعات کا خلعت پہنا کر عوام الناس کے روبرو پیش کرتے ہیں جسکی قدر و منزلت اونہیں لوگوں میں خوب ہوتی ہے جو حقیقت حال سے بے بہرہ ہیں اور دوسرے کے مانگے تانگے پر بسر کرتے ہیں اگر وہ خود اپنے ذہن و عقل رسا سے کام لیں تو اس قسم کے بیہودہ خیالات و تہمات کی تہ کو نہ پہنچ جائیں اور اپنی غلطیوں پر خود ہی نادم ہوں۔

اکثر عام مورخین تاریخ ہند میں بوجہ ناواقفیت وہ وہ صریح اور فاش غلطیاں کرتے ہیں جنکو ادنی سے ادنی علم والا اپنی عقل کے زور سے معلوم کر سکتا ہے۔ کبھی وہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخانہ کلمے لکھتے ہیں کبھی اونکی دلاوری اور جرات کے قایل نہیں ہوتے کبھی بزرگان دین کو مکروہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اسلامی بادشاہوں پر جنکی حکومت نہایت امن و اماں کی حکومت رہی ہے۔ اور جن سے بلاتشخیص تمام رعایا خوش تھی وہ وہ فقرے تراشے جاتے تھے اور ایسی برائیوں سے اونہیں یاد کیا جاتا تھا کہ جس کا بیان نہیں کبھی مذہب اسلام اور اوسکے ارکان پر جسکا پاک وصاف چشمہ ہمیشہ و ہر حال میں جاری ہے اپنی اپنی رائے جاری کرکے اصلی واقعات کو مخلوق کی نگاہ سے روپوشس و تہ دامن کرنا چاہتے ہیں۔

کتب تواریخ میں مورخین نے اون بادشاہوں کو جو اپنے ویسے ہی لباس میں خوشنما معلوم ہوتے تھے وہ وہ قسم کے لباس قطع و برید کرکے پہنائے ہیں جن سے وہ بہت ہی بھدے معلوم ہوتے ہیں اور اپنی اصلی لباس سے کوسوں دور ہو گئے۔ اسلئے آجکل ہر ایک تاریخ کے صفحات پر نظر دوڑاتا ہے اور غیر ضروری لباس میں دیکھتا ہے تو اوسے خواہ مخواہ اون کی صورتیں بھی نفرت معلوم ہوتی ہے اور اونکے واقعات اور کارنامے اوسکی نگاہ میں لغو ہوتے ہیں لا انکہ [illegible]

جس میں وہ سلاطین تھے الغرض وہ پیر یجمال حسن کی دیوی بنی ہوئی
دائیں جانب چھت پر چلی گئی اور قلعہ کے شمالی جانب محو تماشہ ہوگئی تھیں
اسوقت ایک شخص دیوار کے نیچے جاتا نظر آتا ہے جو معمولی رفتار سے اسوقت
اس منظر کا لطف اوٹھاتا ہوا چلا جارہا ہے حسین ماہوش زیب النسا اوسی
طرح خوشگوار سبزی کا لطف اوٹھا رہی ہے یکایک اوس شخص کی نگاہ اس
حسین پر پڑی اور محو حیرت ہوکر سکتے کے عالم میں اوسکو دیکھتا رہا اور حسین
کو اسکی ذرا خبر نہ تھی کہ کوئی اوسکے حسن کی بہار لوٹ رہا ہے اسوقت آفتاب بھی
کسی حسین کے حسن دیدار کا مشتاق ہوکر افق مشرق سے نکل آیا طیور بھی
اپنے اپنے آشیانوں سے پرواز کرکے خوشی خوشی اپنی زندگی کا لطف اوٹھا
رہی ہیں مگر حضرت انسان ہی ہیں جو ہمیشہ غم و اندوہ میں مبتلا رہتے ہیں
ایک جان کے ساتھ لاکھوں جنجال لگے ہیں کیونکر خوش ہوں تو کیونکر۔ انسان
کے لئے خوشی دنیا میں بیشک خواب و خیال ہے ؎

فرحت جہاں میں جینے کا کچھ بھی مزہ نہیں
کھٹکے ہیں لاکھوں اور فقط جان زار ہے

اسپر بھی یہ حالت ہے کہ کبھی انسان خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کبھی غرور
کے سبب زمین پر چلنا بے عزتی سمجھتا ہے "ہمچو من دیگرے نیست"
کا نعرہ لگاتا ہے مگر جب گرگ موت جو ہر وقت اوسکی تاک میں ہے آکر پکڑ
لیتا ہے تو اپنی خدائی اپنا غرور۔ خود بینی و نخوت سے ہاتھ دہوکر ہزاروں ارمان دلمیں لیکر

نوٹ

اون عالی دماغ اور نازک خیال ناظرین سے جو انگریزی زبان سے بخوبی واقف
ہیں التماس ہے کہ مصنف کی انگریزی تاریخ ہند منگاکر دیکھیں جنمیں ان مورخین کے اعتراضات
معہ جواب مولف نے تاریخ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

دنیا کو حسرت سے تکتا ہوا راہی ملک بقا ہوتا ہے وہاں آنکھیں کھلتی ہیں

رباعی

نہ دنیا میں مغرور ہونا کبھی
نہ بیکار تو عمر کھونا کبھی

نہ فرحت لگا نازمانہ سے دل
یہاں تخم الفت نہ بونا کبھی

الغرض وہ شخص دیر تک اس مہ لقا کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا آخر کار یہہ مصرعہ بہ آواز بلند پڑھا ع

سُرخ پوشے بہ لب بام نظر می آید

زیب النسا یکایک یہہ مصرعہ سنکر جھجکی اور نیچے سڑک پر جو قلعہ کے شمالی جانب جاتی ہے گھور کر دیکھنے لگی اوس نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کون شخص قلعہ کی دیوار کے نیچے کھڑا ہے آخر کار قیافہ سے معلوم کیا کہ ضرور یہ عاقل خاں ہے زیب النسا عاقل خاں کو تعجب کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی کہ عاقل خاں نے پھر اوسی مصرعہ کو دوہرایا ع سرخ پوشے بہ لب بام نظر می آید۔

زیب النسا جیسی منچلی عورت سے یہ کب ہو سکتا تھا کہ کوئی اسکے سامنے اور خصوصاً شاعر مصرعہ پڑھے اور یہ جواب نہ دے کیونکہ وہ بھی مانی ہوئی حاضر جواب تھی فوراً اوسنے یہ مصرعہ موزوں کیا ع نہ بہ زاری نہ بہ زور و نہ بہ زر می آید

یہ کہکر زیب النسا اپنے کمرہ میں چلی گئی عاقل خاں اوسکی حاضر جوابی دیکھکر دنگ ہو گیا اور اوسکے دل میں الفت زیادہ ہوا آخر وہ بھی واپس چلا گیا۔

پانچواں باب

دام ہر کس کے بگیرد بہ بیابان وحش و طیر
دست اعجاز محبت گردن آہو گرفت

سردی کا موسم اور دوپہر کا وقت ہے چونکہ آجکل دہوپ میں زیادہ تیزی نہیں ہوتی اس لیئے ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول ہے بازار بھی آباد ہے کوئی کچھ اور کوئی کچھ کر رہا ہے۔ مگر عاشقان بدنصیب دیدار یار کی امید

ہیں سرگرداں پھر رہے ہیں۔ دیدار کا نصیب ہو جانا اونکے لئے باعث مسرت ہے اور نہ نصیب ہونا باعث رنج والم۔ وہ بیچارے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ کسی طرح اونکی اُمید بر آئے۔

کبھی کچھہ ترکیب سوچتے ہیں اور کبھی کچھہ۔ کبھی ایک ارادہ کرکے اُس سے درگذر کرتے ہیں۔ کبھی دوسرا خیال کرتے ہیں۔ اور اوسمیں بھی ناکامیابی پاکر اپنی قسمت کا گلہ کرتے ہیں کبھی معشوقوں کی جور وجفا کا شکوہ وشکایت کرتے ہیں۔

تینوں موسم گرمی۔ برسات۔ جاڑہ کسی نہ کسیکو اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی کسی موسم سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اور کوئی کسی سے مگر عاشق بد نصیب کو کسی موسم سے کسی وقت چین نہیں ہر وقت اور ہر موسم جو اوسکو اوسکے معشوق سے دور رکھتا ہے اسکے لئے تپش والم سے کم نہیں ہوتا اوس کے صدموں سے منہ اوندہائے پڑے رہتے ہیں البتہ اونکے لئے کوئی خوشی کا وقت ہو سکتا ہے تو ضرور وہ وقت ہے جس میں کہ اونہیں دیدار یار نصیب ہو جاتا ہے۔

حقیقت میں یہ وہ وقت ہے کہ اسکی قدر ومنزلت کچھہ اونہیں لوگوں کو خوب معلوم ہے جو ہجر کے صدمے اوٹھا چکے اور تاریکی میں انہیں دیدار یار کی جھلک دکھائی دی ہو جس سے وہ تمام تاریکی دور ہو گئی ہو۔

عاشقان خرقت نصیب کے لئے شام ہجر میں دیدار یار صبح عید سے کم نہیں اسوقت ہم ناظرین کو ایک سڑک کی سیر کراتے ہیں جو لاہور میں ہے یہہ سڑک بازار انار کلی سے ملتان کو جاتی ہے دو رویہ درختوں کی قطار نہایت لطف دے رہی ہے اور یہ سڑک آباد ہے آتے جاتے نظر آرہے ہیں۔ اس سڑک پر زنانی سواری ایک طرف جا رہی ہے اسکے چار دو نفر فوجی سپاہی ہیں جن سے شان وشوکت نمایاں ہو رہی ہے یہ سواری

اس سڑک پر ہوکر ایک باغ کے اندر گئی۔ یہہ باغ نیا تیار کیا گیا ہے کیونکہ درخت اسمیں ابہی چہوٹے ہیں جو کہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ؎

منازای باغباں بر نونہال بوستاں ہرگز
کہت می گردد ایں نخل کہن آہستہ آہستہ

اس باغ کی عمارت صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ ابہی زیر تعمیر ہے۔ جب زنانی سواری باغ میں داخل ہوئی تو باغ کے باہر شاہی فوج کا انتظام ہوگیا تہا کہ کوئی آدمی اندر نہ آسکے۔ اس سواری سے ایک حور وش عورت اُتری اور سہیلیوں کو ساتہہ لیکر باغ کی سیر میں مصروف ہوئی تہی کہ ایک عورت نے باہر سے آکر کہا۔

وہی عورت ۔ شہزادی صاحبہ سپاہی عرض کرتے ہیں کہ مزدور لوگ کام کریں یا اونکو بہی اندر نہ آنے دیا جاوے۔

زیب النسا ۔ مزدوروں کو کام کرنے دو میں یہ چاہتی ہوں کہ باغ جلد تیار ہو جائے۔

یہ شہزادی زیب النسا بیگم اورنگ زیب کی نور نظر ہے جو یہاں اپنے باغ کو دیکہنے آئی تہی۔

اورنگ زیب کی صحت میں کسیقدر فرق آیا تہا تو حکماء کی عقل کی رائے سے شروع ۱۰۷۱ھ میں وہ لاہور تشریف لائے اور چونکہ یہاں زیادہ عرصہ تک قیام کرنا پڑا اسلئے اونہوں نے اپنے حرم و قبائل کو بہی یہیں بلوا لیا تہا چنانچہ زیب النسا بہی آئی اور ساتہہ ہی اپنے شاعری کا سلسلہ بہی لائی۔ لاہور کی آب وہوا زیب النسا کو اتنی عمدہ معلوم ہوئی کہ بادشاہ عالمگیر کے چلے جانے کے بعد بہی شہزادی لاہور میں ٹہر گئی [illegible] ایک باغ بنوانا چاہا اور اوسکی عمارت بہی تعمیر ہوگئی اور شہزادی اس باغ کے دیکہنے کو [illegible] آئی ہے۔ زیب النسا [illegible] آتی تہی

سہیلیوں کے ساتھ باغ کی سیر کرتی رہی اور جو نقص باغ میں دیکھا فوراً کسی کے ذریعہ سے مزدوروں کو اطلاع دی - باغ کو دیکھکر سہیلیوں سے مخاطب ہوئی -

زیب النسا - باغ کی سیر خوب کر لی اب چوسر سے دل بہلائیں -

سہیلیاں - شہزادی صاحبہ جیسا آپ کا حکم ہو ہم حاضر ہیں -

زیب النسا - مگر ظہر کا وقت ہے پہلے نماز ادا کر لیں -

سہیلیاں - شہزادی صاحبہ مناسب ہے کہ پہلے نماز ادا کر لیں

وضو کے واسطے پانی لایا گیا اور سبھوں نے وضو کر کے نماز ادا کی - زیب النسا نے نماز و وظیفہ سے فارغ ہو کر سہیلیوں سے کہا وہ سب نے نماز ادا کر لی ؟

سہیلیاں - جی حضور سب نے ادا کر لی -

زیب النسا - اچھا اب چوسر کھیلیں -

سہیلیوں نے چوسر بچھائی زیب النسا کھیل میں مصروف ہوئی -

اس وقت ہم اپنی ہیروئن کو چھوڑ کر ناظرین کو لاہور کے قلعہ کی طرف لئے چلتے ہیں -

اس قلعہ کے جانب شمال جو سڑک جاتی ہے ایک شخص سڑک پر ٹہل رہا ہے -

یہہ نواب عاقل خاں ناظم لاہور ہے مگر اسوقت یہ اضطرابی اور بیچینی کی حالت میں کیوں ہے - یکایک اوسی سڑک پر ایک برقع پوش عورت ملی - عاقل خاں نے روک کر پوچھا -

عاقل خاں - اے عورت تو کہاں جاتی ہے -

عورت - (جو غالباً عاقل خاں کو جانتی تھی) نواب صاحب شہزادی صاحبہ نے جو باغ تیار کرایا ہے اوسمیں جاتی ہوں شہزادی صاحبہ وہاں گئی ہوئی

ہیں اور میں بھی وہیں جاتی ہوں - عاقل خاں یہ سنکر بہت خوش ہوا کیونکہ اسکو شہزادی زیب النسا سے اس درجہ اُنس ہو گیا تہا کہ ہر دم اوس کے پاس رہنا اور خود اوس کے مُنہ سے اشعار سُننا چاہتا تہا کیونکہ وہ جان چکا تہا کہ جو کمال شہزادی کو شعر گوئی میں حاصل ہے وہ شاید ہی اور کسی میں ہو - اور اوس کے قابل قدر اشعار کو وہ نہایت ہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تہا - الغرض عاقل خاں پا پیادہ باغ کی جانب روانہ ہوا باغ کے پاس جاکر معلوم ہوا کہ ہر طرف سپاہی گشت کر رہے ہیں اندر تک باریابی مشکل ہے حیران ہوا کہ کس طرح پہنچوں جب انسان کو کسی طرح کا عشق ہوتا ہے جیسا کہ عاقل خاں کو شہزادی زیب النسا کے اشعار اوس کے منہ سے سننے کا عشق تہا اور اوسی کے پاس رہنا چاہتا ہے تو وہ اوسکے حاصل کرنے میں اکثر ایسے ذرایع اختیار کرتا ہے - جو اوسکی شان و عزت کم کرنیوالے ہیں مجبوری سب کچھہ کرا لیتی ہے - آخر کار عاقل خاں نے ایک طرف جاکر اپنا لباس ایک مزدور کو دیا اور اوسکا لباس خود پہن کر گارے کا کونڈا سر پر رکھہ لیا اور اندر چلنے کا ارادہ کیا - عشق خواہ کسی قسم کا ہو انسان کو اندہا کر دیتا ہے بلکہ حکما نے جو عشق کی صورت بنائی ہے تو اوسکو اندہا کر کے کہا ہے - بیشک یہ وہ نشہ ہے جس سے سرشار ہو کر انسان اپنے ہوش و حواس بالکل کہو دیتا ہے اور بعض وقت ایسا کام کر گذرتا ہے جو ہر گز اوسکے قابل نہیں ہوتے شراب کا نشہ عارضی ہے کچھہ عرصہ بعد اوس کا نشہ کچھہ نہیں رہتا مگر عشق کا وہ نشہ ہے کہ ایکدفعہ آجانے سے پہر کبھی نہیں جاتا بلکہ دن دونا رات چوگنا ہوتا ہے اس نشہ کا مست مشکل سے اپنی بہلائی سوچ سمجھہ سکتا ہے وہ اس بات کے حاصل کرنے میں

جسکا اوسے عشق ہے ہر وقت محو رہتا ہے اگر اوسے یہ نعمت ملگئی تو وہ بادشاہ ہے اور اگر وہ اس سے محروم رہا تو وہ اپنی ہستی کو کچھ ہستی نہیں سمجھتا اوسکی جان اوسے دشمن معلوم ہوتی ہے رات دن اس بات کے حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے اوسے اپنی عزت و ثروت کی پروا نہیں وہ ایسے کام کر گذرتا ہے جسکو عوام الناس کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔

افسوس اے مریضان عشق تمہارا حال قابل رحم ہے۔ تم اپنی جفاکشی میں کچھ بھی کسر نہیں کرتے مگر تم پر رحم کون کرے جسکے کرنے کے تم آرزومند ہو وہ کر نہیں سکتا اوس کا کام عاشق کو برباد کرنا ہے کیونکہ جو معشوق باوفا اور مہربان ہو وہ معشوق نہیں۔ اے عشق تو نے بیشک ہزاروں کا خون کیا ہے ہزاروں کو خون کے آنسو رلائے ہیں اور خون جگر ہی پینے کو دیا ہے اے عشق تیرا جہاں داؤں چلا اوس گھر کا کھوج کھو دیا یہ تیرے ادنی کرتوت ہیں۔ کہ عاشق کو ذلیل و خوار کرکے اوسے کہیں کا نہیں رکھتا یہ تیری ہی فتنہ پردازیاں ہیں کہ تو انسان کو وہاں مارتا ہے جہاں پانی نہ ملے۔ آخرکار عاقل خاں مزدوروں کے لباس میں اوس جگہہ پہنچ گیا جہاں مستری کام کر رہے تھے عین اوسی مکان کے سامنے واقع عمارت میں شہزادی سہیلیوں کے ساتھ چوسر کھیل رہی ہے عاقل خاں تھوڑی دیر تو دیکھتا رہا بعد ازاں بلند آواز سے کہا۔

عاقل خاں ؏ من ولایت گرد جہاں گردم۔

(مستری سے) پھر اے استاد۔ ایک ایک ۔ زیب النسا یہ سنکر تاڑ گئی کہ یہ عاقل خاں ہے بھلا اس سے یہ کب دیکھا جاتا تھا کہ کوئی اسکے سامنے ایک قسم کا معمہ کہے اور یہ چپ رہے اور اوس کا جواب نہ دے فوراً یوں

مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

زیب النساء گر باد شوخی بر سر زلفم نہ رسی۔

(سہیلیوں سے) شش و پنج و یک۔ یہ کہکر زیب النسا نے کہیل ختم کر کے چوسر اوٹھالی۔ عاقل خاں اپنے ارادہ میں کامیاب ہو کر خوش و خرم وہاں سے واپس ہوا۔

چھٹا باب

بکشا زباں بگفت و شنید ای ہوای نفس   چوں مرغ نکتہ سنج اسیر قفس مباش

گرمیوں کا موسم عصر کا وقت ہے اسی وقت کو عام طور پر ٹھنڈا وقت کہتے ہیں جو لوگ تمام دن کام میں مشغول تھے اور گرمی کیوجہ سے اونکی طبیعت پریشان تھی اسوقت کی ہوا سے وہ پریشانی دور ہو جاتی ہے اور چہرہ پر خوشی و خرمی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں جو بیچارے تمام دن کی محنت و مزدوری سے تہک کر چور ہو گئے تہے وہ اسوقت کو نہایت مسرت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں سیر و تفریح کیلئے بہی یہی عمدہ وقت مانا گیا ہے کوئی اسوقت ٹھنڈی سڑک کی سیر کر رہا ہے اور کوئی کمپنی باغ کی الغرض ہر شخص محو سیر و تماشہ ہے۔ اشجار بہی جو تمام دن کی دہوپ کی تیزی سے مثل کسی عاشق ناکام کے چہرہ کے مرجہا سے گئے تہے اسوقت خوش و خرم نظر آتے ہیں اور آنیوالی رات کو خوشی کی نگاہ سے دیکھہ رہے ہیں عاشقان ناکام جنکے لئے کوئی وقت خوشی کا نہیں اسوقت بہی بستر پر تڑپ رہے ہیں اور کسی کی یاد میں آٹھہ آٹھہ آنسو رو رہے ہیں تمام دن یوں ہی تڑپ کر گذرا اب رات کی آنیوالی تاریکی کو وہ حسرت کی نگاہ سے دیکھکر اور بہی پریشان

ہو جاتے ہیں۔ کوئی اسوقت دیدار یار کی آرزو میں کوچہ نوردی کر رہا ہے
الغرض خدا کی خدائی میں کوئی کچھ کر رہا ہے اور کوئی کچھ۔ کوئی کسطرح اپنی
طبیعت بشاش کرنے کی فکر میں ہے ہر کس بخیال خویش خبطے دارد ہر شخص
اپنی دھن میں ہے کوئی باغ کی سیر کر رہا ہے اور کوئی دریا کی اور کوئی گھر میں
ہی لطف زندگی کا اوٹھا رہا ہے دنیا کی یہ تمام عیش و خوشیاں نہایت ہی عمدہ
ہوتے اگر دنیا میں انسان کی زندگی کو کچھہ قرار ہوتا مگر افسوس اس گلشن طلسم میں
ہر وقت خزاں کا کھٹکا لگا ہوا ہے ؎

نہ اسکو ہرگز بقا ہے فرحت کہ یہ تماشہ ہی دو پہر کا
حیات فانی ہوئی جو پوری تو ہمنے جانا کہ خواب دیکھا

اس باغ میں کوئی پھول ایسا نہ کھلا کہ جو مرجھا نہ گیا ہو کوئی بلبل اسمیں نہ چہکی
جسنے جدائی کے صدمے نہ سہے ہوں کوئی سبزپوش ایسا نہوا کہ جو خزاں
کی لپیٹ میں نہ آیا ہو کوئی آنکھہ مثل نرگس کے ایسی نہوئی جو بند نہو گئی ہو
کوئی مثل گل لالہ کے گلشن دہر میں ایسا زینت گلشن نہوا جس نے دنیا کی
رنج و غم کا داغ نہ کھایا ہو اور اپنے ہمراہ داغ مفارقت نہ لیگیا ہو الغرض دنیا
کی جتنی چیزیں ہیں سب درہم و برہم ہونیوالی ہیں جتنے عیش و عشرت
کے سامان ہیں سب جلکر خاک ہونیوالے ہیں جتنے مزے ہیں سب زائل
ہونیوالے ہیں جتنی خوشبوئیں ہیں اُڑجانیوالی ہیں جتنے دوست ہیں سب
غائب ہونیوالے ہیں جتنے اعزا و اقارب ہیں سب داغ دینے والے ہیں
جتنے ملاقاتی ہیں سب جانیوالے ہیں یہاں تک کہ ہر شخص اس دنیا کو الوداع
کہنے والا ہے ؎

حباب آسا ہر اک ٹھیکا سر اُٹھائے دنیا سے کوچ ہوگا۔

حیاتِ انسانکو بحرِ ہستی میں مثلِ نقشِ برآب ہوگا

نہ یہاں کی بزمِ نشاط کا اعتبار نہ یہاں کے دوستوں کا اعتبار یہ دو دن کے مہمان ہیں پھر ہم اکیلے ہیں جب بڑے بڑے لوگ نہ رہے تو ہماری کیا ہستی۔

نہ ہی فریدوں نہ ہی سکندر نہ ملک دارا نہ ملک خسرو
جہانِ فانی میں ہمنے آکے عجب عجب انقلاب دیکھا

اس دنیا کی ابلہ فریب مسرتوں پر ہرگز مائل نہونا چاہئے ورنہ یہی خوشیاں ایکدن غم و حسرت کی مہیب شکلیں بنکر ہمیں ڈسیں گی اسکی بزمِ نشاط سے بہت دور رہیں ورنہ بزمِ نشاط بزمِ خزاں سے بدل جائیگی اس گلشن سراپا خزاں کے گلہائے رنگارنگ پر کو صرف دہوکے کی ٹٹیاں ہیں ہرگز عاشق نہوں گل جب تک شاخ میں لگا ہے نہایت خوبصورت معلوم ہوتا ہے مگر جب وہ شاخ سے علیحدہ ہوتا ہے یا ہاتھ لگایا جاتا ہے تو فوراً پژمردگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں یعنی وہ اپنی حالت سے غیر ہوجاتا ہے یہ دنیاوی لبھانیوالے ظاہری پہول جو اپنے عارضی رنگ و روغن میں دور سے دلفریب معلوم ہورہے ہیں صرف اسیوقت تک دلفریب ہیں جبتک دور سے نظارہ کررہے ہیں مگر قریب جانے سے اونکے عیوب صاف نظر آجاتے ہیں اور وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو دور کے نظارہ سے حاصل ہوتا تہا دنیا میں کوئی گلِ عشرت۔ کلفت کے خارِ الم سے جہپا ہوتا ہے دور سے ان خوشنما پہولوں کی جہلک اچھی معلوم ہوتی ہے مگر پاس جاکر دیکھنے سے بالکل خلاف نظر آتے ہیں اور ہاتھ لگانے سے اونکی شکل ہی بدلجاتی ہے۔ الغرض اسوقت ہر شخص سیر و تفریح میں مشغول ہے۔ ناظرین کو اسوقت ہم ایک باغ کی سیر کراتے ہیں باغ

نہایت خوبصورت اور بڑا ہے باغ کے چاروں طرف سنگیں احاطہ کھنچا ہے اور موقع موقع سے فوارے بھی چل رہے ہیں سڑکیں اور روشیں بکثرت ہیں ہر تختہ کے پاس سے ہوکر ایک روش گذرتی ہے کیاریوں میں ہر قسم کے پھول مہک رہے ہیں مختلف قسم کے درخت نشو ونما پاتے ہیں اسوقت بہت سی عورتیں اس باغ میں ٹہل رہی ہیں ان میں ایک عورت نہایت حسین ہے جسکے حسن خداداد کے سبب سے رونق باغ دوبالا ہو رہی ہے اس کے ہونٹ پتلے پتلے آنکھیں مثل آہوئے وحشی کے قد ایسا جسے دیکھکر سرو بھی شرمائے شکل ایسی جسے چاند دیکھکر چادر مخالفت سے منہ چھپائے لباس سفید ایرانی وضع کا زیب بدن ہے ایک موتیونکی مالا زیب گلو ہے کانوں میں جواہرات کے کرن پھول۔ اس سادہ وضع میں وہ مہ جبیں ٹہل رہی ہے اور سیر وتماشہ کا لطف اوٹھا رہی ہے بہت سی سہیلیاں اوسکے ساتھ ہیں جن سے وہ اسطرح مخاطب ہوئی۔

زیب النسا۔ (یہ اوسی مہ جبیں کا نام ہے) باغ کی سیر کیا لطف دکھا رہی ہے جس سے طبیعت لبغاش ہو رہی ہے۔

ایک سہیلی۔ شہزادی صاحبہ اسوقت کی ہوا خوشگوار ہے۔

زیب النسا۔ ہاں تمام دن یوں چلتی ہے مگر اسوقت ٹھنڈی ہوا ہو جاتی ہے عصر کے وقت باغ کی سیر سے خوب تفریح ہوتی ہے

وہی سہیلی۔ شہزادی صاحبہ سامنے پھول کھلے ہوئے کتنے عمدہ معلوم ہوتے ہیں۔

زیب النسا۔ چلو پھولوں کے پاس چلیں۔

یہہ کہکر زیب النسا مع سب سہیلیوں کے اوس خاص تختہ پر پہنچی جہاں کثرت

سے پہول کہل رہے ہیں۔

زیب النسا۔ تم سب پہول توڑ دو۔

یہ سنکر تمام سہیلیاں تختہ کے پاس جاکر پہول توڑنے لگیں۔ زیب النسا اونہیں پہول توڑتے دیکھکر مسکرا رہی تہی اور خود بہی گئی اور نرگس کا پہول توڑکر اپنے سر میں لگا لیا اور سب سہیلیاں پہول توڑ چکیں وہ پہر اوسی طرح ٹہلنے لگی اور ایک عمارت کی چہت پر چڑہ گئی۔

سورج غروب ہوا جاتا ہے باغ کی سیر اور ٹہنڈا وقت ایک عجیب لطف پیدا کر رہا ہے یکایک اوس باغ کے باہر اوسی عمارت کے نیچے ایک شخص آتا نظر آیا۔ زیب النسا نے اوسکو بغور دیکہا مگر پہچان نہ سکی ایک سہیلی نے کہا کہ یہ نواب عاقل خاں ہے۔ چونکہ نواب عاقل خاں کی شاعری کا عالم میں شہرہ تہا اسوجہ سے زیب النسا بہی اوس سے انس رکہتی تہی اور اوس کا کلام اوسکی زبان سے سننا چاہتی تہی اسوقت ہی عاقل خاں کو آتے دیکہکر ایک شعر موزوں کرکے منتظر رہی کہ وہ شعر کہے تو اُسکا جواب دوں عاقل خاں جو کسی کام سے اوسطرف آنکلا تہا اب تک اپنی معمولی رفتار سے چل رہا ہے اوسے خبر نہیں کہ کوٹہے پر کون ہے جوں ہی اوسکی نگاہ کوٹہے پر گئی اور دیکہا کہ شہزادی صاحبہ کوٹہے پر کہڑی ہیں اور نرگس کا پہول سر میں لگا ہے فوراً ٹہر گیا اور یہ شعر موزوں کیا ؎

نرگس زدہ بر سر از شوق تو نرگس
خم کردہ رخ خویش کہ رخسار تو بیند

زیب النسا نے سنتے ہی یہ شعر فی البدیہہ پڑہا ؎

گل نرگس کو تو دیدی بسر ای افسرمن ۔۔۔ بہ تماشائے تو بیروں شدہ چشم از سر من

یہ کہکر زیب النسا چہت سے اُتر گئی اور عاقل خاں بہی چلا گیا۔

ساتواں باب

ہم دین وہم دل بردہ ہم قصد جانہا کردہ   تو برشناسائی خود این فتنہ برپا کردہ

گرمیوں کا موسم عصر کا وقت شروع ہے یہی وقت سیر و تفریح کا ہے تمام دن گرمی اور دہوپ تیز ہوتی ہے اسوجہ سے ہر شخص اپنے مکانات میں رہتا ہے یا اگر کسیکو ضرورت درپیش ہوئی تو اس گرمی کا خیال نہ کرکے اپنا کام انجام دیتا رہتا ہے یا متلاشیان روزگار اور ملازمین حکام کی تابعداری جنکو ضروری ہے اس گرمی مین بہی اپنا کام کرتے رہتے ہیں عصر کا وقت ہے ہر ایک شخص کا اپنے گہرمیں جی نہیں لگتا سب اپنے گہروں سے چلے گئے یا جارہے ہیں تاکہ باغ یا کسی جنگل یا خاص مقام کی سیر کا لطف اور حظ اوٹہائیں۔ اسوقت شہر لاہور کی وہ سڑک جو انارکلی کیطرف سے ملتان کو جاتی ہے بہت آباد ہے خلق کا انبوہ کثیر اس سڑک پر نظر آتا ہے مگر یہ سب لوگ ایک ہی سمت جارہے ہیں شاید ان کو کسی خاص خوشی مین جانا ہے ان جانیوالوں میں سے ہم دو شخصوں کو گفتگو کرتے پاتے ہیں ایک کا قد لمبا تن و توش میں مضبوط جوانی اور تندرستی چہرہ کی سرخ و سفید رنگت سے جہلک مار رہی ہے ہونٹ پتلے چہرہ گول اور خوبصورت گو یہ حسینوں میں نہیں مگر اسکی صورت ایسی نہیں کہ کسیکی سرسری نگاہ اوسپر پڑے چہرہ سے ایک قسم کا رعب نمایاں ہے قدرتاً اسکو نقش و نگار ایسے عطا ہوئے ہیں کہ اوسکی صورت دیکہنے والوں کو اوس سے گفتگو کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے دوسرا بہی خوش وضع ہے مگر وہ بات کہاں

جو پہلے میں ہے یہ دونوں گفتگو کرتے جارہے ہیں ان میں سے ایک تو نواب عاقل خاں ہیں جو گورنر لاہور ہیں اور دوسرا کوئی بنگالہ کا رئیس ہے جو عاقل خاں کا دوست ہے۔

عاقل خاں - شہزادی صاحبہ کے شوق شاعری اور علم و لیاقت اور قابلیت خداداد نے جو شہرت حاصل کی ہے وہ محتاج بیان نہیں مجھے بھی اون سے اُنس ہم مذاقی پیدا ہو گیا ہے عورت ہو کر اتنی مہارت پیدا کرنا کمال ہے۔

رئیس بنگالہ - بیشک آپ کو اُنس ہوگا آپ اکثر اون کے یہاں جا کر اشعار وغیرہ بھی تو سنا کرتے ہیں۔

عاقل خاں - میں اون سے گفتگو کرنے کا مشتاق ہوں مگر وہ گفتگو نہیں کرتیں البتہ میں اونہیں دیکھکر کوئی شعر موزوں کرتا ہوں تو وہ اوس جواب ضرور دیتی ہیں اور فوراً چلی جاتی ہیں۔

رئیس بنگالہ - میں نے اکثر لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ شہزادی صاحبہ پاک طینت اور عصمت مآب ہیں ایسی اولاد بھی قابل فخر ہے۔

عاقل خاں - بیشک میں بھی پہلے سنا کرتا تھا مگر یقین نہ تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس عمر کی لڑکیاں ایسی نہیں ہوتی ہیں مگر اب بارہا تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے بیشک شہزادی صاحبہ اس عمر میں جیسی نیک و صالح ہیں ایسا اور عورت کا ہونا غیر ممکن ہے۔

یہ دونوں اسیطرح گفتگو کرتے چلے جاتے تھے کہ ایک باغ دکھائی دیا جسکی سنگ سرخ و سفید کی عمارت نظر آتی تھی یہاں سے خاص انتظام شروع ہوا شاہی باغ کی حفاظت اور مخلوق کی نگہبانی کیلیے سڑک پر اور باغ کے چاروں طرف فوجی آدمی ٹہل رہے ہیں یہ فوجی آدمی عاقل خاں کو دیکھکر فوراً سلام کرتے ہیں

ناظرین یہ وہی باغ ہے جسکا ذکر پہلے کر چکا ہوں اور جسکو شہزادی زیب النسا نے زر کثیر صرف کرکے تعمیر کرایا ہے جسکا نام چوبرجی باغ ہے۔ جب یہ باغ بنکر تیار ہوا تو اسکے افتتاح کی خوشی میں جشن منانے کی خوشی کیگئی مہمانوں کو شریک کرنیکے لئے بلوایا آج اُس جشن کا دن ہے صبح سے خلق کا اژدہام ہو رہا ہے مہمانوں کی خاطر و مدارات زیب النسا نے خوب کی کئی دن تک خوشیاں کی گئیں اور جشن ہوتا رہا انعام میں زر و جواہر تقسیم کیے گئے جس سے مخلوق مالامال ہوئی جشن میں شریک ہونیکی عام اجازت تھی ہندوستان میں اُس زمانہ کی رعایا عام طور پر خوش حال اور فارغ البال تھی ہر شخص اگر دولتمند نہیں تو اپنی گذراوقات کا سرمایہ ضرور رکھتا تھا ملازمت نہ کرنے پر بھی گذراوقات بخوبی ہوتی تھی ان کی کئی وجوہات ہیں منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ اُس زمانہ میں فیاض۔ دریا دل۔ رعایا پرور منصف بادشاہ مختلف ذرائع سے اور ذرا ذرا سی بات پر مخلوق کو انعام تقسیم کرتے تھے اور یہ انعامات معمولی نہیں ہوتے تھے اگر کفایت شعاری سے صرف کیا جائے تو عرصہ تک کافی ہو علاوہ اسکے شاہی خاندان اور امرا کے گھر میں اگر کوئی خوشی ہوتی تو وہ بھی رعایا کو مالامال کرتے تھے یہاں تک کہ مختلف اضلاع کے حکام اور اون کے خاندانی لوگ بھی اسی دستور العمل پر کاربند تھے اسطرح مخلوق آسودہ و خوش حال تھی۔ غربا کیلئے بادشاہ کیطرف سے علیحدہ انتظام کیا جاتا تھا جس سے اونکی پرورش بخوبی ہوتی تھی ہزار میں ایک ایسا ہوگا کہ جسکو خرچ کی تکلیف ہو۔ اخوت اسلامی اتفاق محبت ہمدردی اُس زمانہ میں رعایائے ہند میں اسقدر پھیلی ہوئی تھی کہ ایک مالدار شخص اپنے ہمسایہ کے مفلس و غریب پر فاقہ کشی یا سوال کی نوبت نہیں آنے دیتا تھا سب ایک دوسرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بادشاہ عالمگیر کے انصاف پسندی رعایا

پیروی اور راست بازی سادگی اور خوش اخلاق کا عوام الناس پر یہ اثر پڑا کہ اونمیں
اتفاق و محبت کا سلسلہ قایم ہوگیا یہ دونوں جوان یعنی عاقل خاں و رئیس بنگالہ
باغ میں داخل ہوئے وہاں اول ہی سے مہمانوں کی پیشوائی کیلئے خدام مقرر
تھے چنانچہ انکو بھی خدام نے ایک کمرہ میں جا بٹھایا اور انکی اور تمام مہمانوں
کی خاطر و مدارات کی گئی اور اُس جگہ اول ہی سے لوگ جمع تھے تھوڑی دیر
بعد تمام لوگوں نے کھانا کھایا ہزاروں قسم کے کھانے تھے یہ دونوں ہی کھانا
کھا رہے تھے کہ ایک چوبدار نے آکر کہا۔

چوبدار۔ شہزادی صاحبہ زیب النسا کا حکم ہے کہ جس شخص کو جس چیز کی ضرورت ہو
وہ بلا تکلف طلب کرے۔

چنانچہ جس چیز کی ضرورت ہوتی لوگ فوراً طلب کرتے تھے ادھر زیب النسا نے
یہ حال دیکھکر خانساماں اور داروغہ کو حکم دیا کہ جو شے جس کسی کو درکار ہو فوراً دیجائے
مگر جب اُسے اطمینان نہوا تو خود بدولت مہتمم باورچیخانہ بنی اور احکام جاری کئے
کہ جس چیز کی ضرورت ہو رقعہ بھیجکر بیگم صاحبہ سے منگا لیجئے۔ اسوقت ہماری
ہیروئن باورچیخانہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئی تھی جس چیز کے لئے رقعہ آتا ہے
فوراً وہ چیز بھیجتی ہے یکایک ایک عورت نے آکر اُسے ایک رقعہ دیا جسمیں لکھا
تھا۔ سنبوسہ بیسن میخواہم۔ راقم عاقل خاں

ظاہر میں تو بیسن کا سنبوسہ طلب کیا مگر باطن میں بوسہ کا مطلب ادا کیا کیونکہ لفظ
سنبوسہ بغیر سن کے بوسہ رہ جاتا ہے زیب النسا نے فوراً پشت پر یہ جواب
لکھہ دیا۔ از مطبخ بلا در طلب۔ اور واپس بھیجکر خود اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔
کئی روز تک جشن رہا اور مخلوق انعامات سے مالا مال ہوئی۔

آٹھواں باب

ناامیدی چوں در آید آشنا دشمن شود
غم جدا شادی جدا دولت جدا دشمن شود

سردی کا موسم دوپہر کا وقت ہے ہر طرف آبادی نظر آتی ہے اگر اسوقت ویرانی کہیں ہے تو وہ عاشق کا دل ہے جس میں رنج و غم یاس و حسرت کا پورا پورا قبضہ اور دخل ہو چکا ہے اسکا کاشانۂ دل جفاء دلربا سے پامال ہو چکا ہے۔ ہر سو ہُو حق کا عالم ہے۔ فرقت نصیب عاشقوں کے دل ہجر دلبر سے تنگ آگئے ہیں اور وہ اپنی جان سے بیزار ہیں۔

کسی کے ارمانوں کا خون ہو رہا ہے کوئی کسی کا محسود ہو رہا ہے کسی کا دل جیت الالم بنا ہوا ہے کوئی محنت و مزدوری میں لگا ہوا ہے۔ کوئی یار آشناؤں میں بیٹھا چہچہے کر رہا ہے۔ کہیں محفل عیش و نشاط گرم ہے کہیں جام شراب چل رہا ہے اور کوئی زندگی کے دن پورے کر رہا ہے جسے خون جگر کے سوا کچھہ نہیں ملتا۔ اسوقت شہر دہلی کے قلعہ میں زنانہ محلات کے سلسلہ میں ہمیں ایک کمرہ نظر آتا ہے جس میں زیب النسا ایک پلنگ پر غمگین لیٹی ہے اور ایک سہیلی پاس بیٹھی ہے کچھہ دیر تک خاموش بیٹھے رہنے کے بعد زیب النسا اپنی سہیلی سے اسطرح گفتگو کرنے لگی۔

زیب النسا۔ چمن آرا مجھے زینب سے اتنی امید نہ تھی۔

چمن آرا۔ (سہیلی کا نام ہے) شہزادی صاحبہ مجھے رہ رہکر یہی خیال آتا ہے کہ یہ اُس نے کیا کیا۔

زیب النسا۔ منہ پر تو وہ خوشامدانہ گفتگو کرتی تھی مجھے کیا خبر تھی کہ یہ مجھے اتنی سخت تہمت لگائیگی۔

چمن آرا۔ یہی تو میں بھی کہتی ہوں کتنی حیرت کی بات ہے۔

زیب النسا۔ مجھے اسکا رنج نہیں کہ اُس نے جہاں پناہ سے میری شکایت کی مگر اس بات کا رنج ہے کہ اصلی واقعہ بیان نہ کیا۔

چمن آرا۔ شہزادہ صاحبہ اُسنے تو بُرا کیا نواب صاحب بیشک آتے تھے ہم نے بھی دیکھا مگر جو باتیں اُس نے کہیں بالکل غلط تھیں آپ کا اون سے گفتگو کرنا تو درکنار بے پردہ ہونا بھی نہ دیکھا یوں تو مشاعرہ میں بھی شعرا آتے ہیں اون کی بھی شکایت ہوتی۔

زیب النسا۔ عاقل خاں کو بیشک مجھے اُنس ہم مذاقی سے ہے اور مجھے بھی اُنکے عمدہ شاعر ہونیکی وجہ سے۔ خدانخواستہ ہم میں ناجائز تعلقات تو نہیں ہیں اور مجھے تو ہر شاعر سے انسیت ہے اور خصوصاً عمدہ اور قابل شاعروں سے۔ اُنس کو قدردانی محبت یا عشق کے نام سے منسوب کرنا کسقدر غلطی ہے عاقل خاں خود اپنی عزت وآبرو سے ڈرتا ہے اگر میرے خیالات اس قسم کے ہوتے تو میں اب تک نکاح ہی نہ کرلیتی باوجود اسکے کہ جہاں پناہ اکثر مجھے مجبور کررہے ہیں مجھے بیشک تمام شاعروں سے اُنسیت ہے ناصر علی نے تو اکثر بیہودہ اشعار لکھہ لکھکر بھیجے مگر میں نے اونکی پرواہ بھی نہ کی کیونکہ اگر میں شاعروں کے مذاق کا بُرا مانوں تو سلطنت میں ایک شاعر بھی نظر نہ آئے اور میرے مشاعرہ کا رنگ پھیکا پڑجائے میں جہاں کہیں سنتی ہوں کہ شاعر ہے تو فوراً بلوالیتی ہوں عاقل خاں کیسا ذی علم عاقل مشہور شاعر ہے اُسکے اشعار سنکر جواب دینے میں کیا برائی ہے مگر میں کس سے کہوں۔

چمن آرا۔ شہزادی صاحبہ میں بھی تو یہی کہتی ہوں کہ ایک تو نواب صاحب خود

ہی شریف آدمی ہیں اون کے ایسے خیالات کہاں دوسرے اونہیں خود اپنی
عزت کا خیال ہے صرف آپ کا کلام سننے کو بیشک وہ دو ایکدفعہ آئے مگر
لگانے بجھانے والوں کا کوئی کیا کرے اُسے یہ خیال ہی نہیں کہ شہزادی
صاحبہ سنیں گی تو کیا کہیں گی اور اگر کہنا ہی تہا تو سچ کہا ہوتا ایسے لوگوں سے
تو دور ہی رہنا چاہیئے۔

زیب النسا جہاں پناہ ایسے کچے کانوں کے نہیں کہ ہر کسی کے کہنے کا
اعتبار کریں میں جب لاہور میں تہی اور میری شکایت اونکے کانوں تک پہنچی تو
اُنہیں خود تو اس بات کا یقین آیا نہوگا مگر اُنھوں نے دور اندیشی اور احتیاط
سے کام لیا اسلیئے مجھے یہاں بلوایا اور اگر تہوڑا بہت خیال ہی ہوگا تو میرے ایکدفعہ
کے کہنے سے جاتا رہیگا میری شرم اسبات کی مقتضی نہیں کہ جہاں پناہ کے
روبرو اس قسم کی گفتگو کروں یا نہیں۔

چمن آرا۔ بیشک شہزادی صاحبہ بادشاہ سلامت کو یقین نہوا ہوگا مگر اس
زینب کو جہوٹی شکایت کرنے سے کیا فائدہ ملا۔

زیب النسا۔ اسکا سبب اور تو کچھ نہیں معلوم ہوتا میں ایکدفعہ ناراض ہو گئی تہی
مگر میری عادت کسی سے ناراض ہونیکی نہیں ہے اُس روز ایسی ہی نامعقول
حرکت اُسنے کی کہ مجھے ناراض ہونا ہی پڑا میں نے اُس سے کہا کہ شریفوں کو ایسا نہ
کہنا چاہیئے اپنی عزت کا خیال رکھو ایسا نہو کہ دنیا بُرا کہے میں نے صرف اتنا
ہی کہا تہا اس کا بہی اوس نے بُرا مانا۔

چمن آرا۔ شہزادی صاحبہ اگر آپ نے اتنا کہدیا تو کیا ہوا میں نے تو آپ ہی
کے نمک سے پرورش پائی تہی آپ کے غلام ہیں آپ جو کہیں ہمیں سننا چاہیئے
اور یہ تو کوئی برا ماننے کی بات نہ تہی۔

زیب النسا۔ اگر میں جہاں پناہ سے اوسکی حرکت کو بیان کردوں تو بتاؤ کہ اسکا کیا حال ہوگا مگر میری ایسی عادت نہیں میں یہ چاہتی ہوں کہ میری تمام سہیلیاں اور نوکر مجھ سے خوش رہیں اور کبھی حرف شکایت کسی کی زبان پر آنے نپاوے

چمن آرا۔ یہ بات تو ہم رات دن دیکھتے رہتے ہیں کہ آپ غصہ کیوقت بھی مطمئن نظر آتی ہیں۔ کتنی ہی مرتبہ آپ کا نقصان بھی ہوا ایک مرتبہ فغفور چین کا بھیجا ہوا آئینہ ٹوٹ گیا۔ ایک مرتبہ آپ کا بیاض حوض میں گر پڑا اگرچہ یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان سے ضرور غصہ آتا مگر ایسے وقت بھی بشاشت پایا۔ ذرا ابرو میں بل نہ آیا۔

علاوہ اسکے روز نقصان ہوتے رہتے ہیں خود زینب ہی کے ہاتھ سے کئی نقصان ہوئے مگر آپ نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔

زیب النسا۔ میرا تو ہمیشہ ہی خیال رہا کہ جملہ انسان ایک ہی درخت کے برگ و ثمر ہیں البتہ کوئی خوش ہے کوئی مغموم کوئی غریب مگر یہ کوئی فرق نہیں اصل فرق انسان میں اُسکے اعمالوں کا ہے۔ خود ارشاد باری تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ تم سب میں وہی بہتر ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اور ظاہری ثروت یا مرتبہ پر اعتبار کرنا وس سے خود کو بڑا سمجھنا سخت نادانی ہے اگر ہم نخوت بھی کریں تو کس بھروسہ پر۔ ہماری حقیقت ہی کیا ہے ابھی زندہ ہیں بات چیت کر رہے ہیں خوش ہوتے ہیں۔ ابھی پیک اجل دروازہ پر آکر آواز دے تو سب کو چھوڑ کر تنہا چلدیں۔ ہمارا قیام تو دنیا میں مسافر سے بھی کم ہے یہاں اتنا بھی نہیں۔

ہماری مثال تو ایسی ہے کہ ایک جانور کی گردن میں رسّی باندھکر کھونٹی پر لٹکا دیں وہ ذرا ہلا اور جھٹکا لگا ہم کیا ہیں اور ہماری بساط ہی کیا ہے جو کسی

کو نظر تحقیر سے دیکھیں یہ خیالات مجھے غرور نہیں کرنے دیتے اور میں اپنی زندگی کی کچھ ہستی نہیں سمجھتی اسلئے کسی سے کچھ نہیں کہتی اور نہ ناراض ہوتی ہوں

دونوں دیر تک اسی طرح کی گفتگو کرتی رہیں -

زیب النسا جب لاہور میں تھیں تو عاقل خاں کو اوسکا کلام سنکر تعجب ہوا دونوں میں اُنس ہم مذاق ہو گیا تھا زیب النسا جب اپنا کلام عاقل خاں کو سناتی اور اُس کا کلام سننے کی خواہش ظاہر کرتی تو وہ اوسکے پاس آتا تھا - یہ اُنس بڑھتا رہا اور بعد میں جیسا کہ ناول سے ظاہر ہوگا بلا تکلف ہوا اور اسی وجہ سے سخت دشواریاں پیش آئیں لاہور میں زیب النسا اور اُس کی سہیلی میں رنج ہوا تو اوس نے بادشاہ سے کہا کہ اسطرح سے عاقل خاں آتا ہے پس بادشاہ نے دور اندیشی کو کام میں لاکر ہماری ہیروین کو دہلی میں بلوالیا اسوقت وہ انہیں باتوں کا ذکر کر رہی ہے -

چمن آرا - (سامنے دیکھکر) شہزادی صاحبہ روشن آرا آرہی ہے -

زیب النسا - کسی کام کو آتی ہوگی - اتنے میں اُسنے قریب آکر پوچھا -

روشن آرا - شہزادی صاحبہ کیا کر رہی ہو -

زیب النسا - چمن آرا سے باتیں کر رہی ہوں تو کیسے آئی -

روشن آرا - بادشاہ سلامت نے بھیجا ہے -

زیب النسا - (بیٹھکر) خدا خیر کرے کیا حکم ہوا ہے -

روشن آرا - جہاں پناہ کو خبر ملی ہے کہ آپ لاہور میں عاقل خاں سے ہنسی مذاق کرتی ہیں اسلئے احتیاطاً یہاں بلوالیا اب جہاں پناہ کو آپکا نکاح کرنے کا خیال ہے مگر آپ بوجہ شرم نہیں بیان کرتی ہیں اس لئے اونہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ کے نکاح کے متعلق دریافت کرکے حضور

پر ظاہر کروں۔

زیب النسا۔ نکاح کرنے کو میرا دل نہیں چاہتا اور جہاں پناہ کے حکم سے انکار نہیں مگر یہ شریعت کا معاملہ ہے ٹھیک کہدینا چاہیے نکاح سے میرا دل متنفر ہے۔ میں نکاح کرنا نہیں چاہتی جہاں پناہ تک جو عاقل خاں کی خبر پہنچی ہے اگر اسکا ثبوت ملجائے تو بیشک میں خطاوار ہوں جو سزا چاہیں دیں تمام نامی شعرا سے مجھے انسیت ہے عاقل خاں سے ایک قسم کا انس ہم مذاقی ہے ابیشک لاہور میں وہ میرا کلام سُننے آتا تھا مجھے نامی شاعروں سے الفت ہے اور چونکہ وہ نامی شاعر ہے۔ اس لیے مجھے دیکھکر اگر وہ کوئی شعر کہتا ہے تو میں بھی اوسکا جواب دیدیتی ہوں اور عاقل خاں پر ہی کیا منحصر ہے کوئی بھی میرے سامنے شعر پڑھے تو میں بغیر جواب دیے نہیں رہتی جہاں پناہ کو حقیقت حال کی خبر نہیں سبب یہ ہے کہ وہاں موجود نہ تھے یہ اوسکا قصور ہے کہ جو جہاں پناہ سے جھوٹ کہدیتے ہیں اور اصل واقعہ دریافت نہیں کرتے

روشن آرا۔ شہزادی صاحبہ جہاں پناہ سے عرض کرتی ہوں کہ شہزادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے آپکے حکم سے انکار نہیں مگر نکاح کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

زیب النسا۔ مگر اسطرح کہنا کہ ناگوار نہ گذرے کیونکہ والدین کی ناراضگی موجب وبال آخرت ہے۔

روشن آرا۔ میں اچھی طرح عرض کردونگی۔

یہہ کہکر روشن آرا چلی گئی۔

چونکہ ظہر کا وقت ہوگیا تھا اس لیے زیب النسا نماز ظہر ادا کرکے بیٹھی ہی تھی کہ روشن آرا پھر آئی۔

روشن آرا - شہزادی صاحبہ جہاں پناہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نکاح ضرور کر لینا چاہیے ہم مسلمان ہیں اسوجہ سے خدا و رسول کا حکم ہر کام پر مقدم چاہئے نکاح سنت ہے اسمیں تمہیں عذر نکرنا چاہیے۔

زیب النسا - خدا اور رسول کے حکم سے مجھے سر مو انحراف نہیں مگر صاف بات کہدینا ٹھیک ہے - میرا دل نکاح کرنے کو نہیں چاہتا شریعت جبر جائز نہیں رکھتی البتہ میرے افعال بیہودہ ہوں تو جائز ہی ہوگا میں سچ کہتی ہوں کہ اپنے دلکو بیہودہ خیالات سے صاف پاتی ہوں ایسی حالت میں نکاح نہ کرنا اور تن تنہا رہنا کافی ہے جوکچھ میری مرضی تھی وہ بیان کردی البتہ جہاں پناہ کے حکم سے انکار نہیں۔

روشن آرا - اچھا میں بادشاہ سلامت سے یہ عرض کرتی ہوں مگر اونکا ارادہ مستقل طور پر آپکی شادی کر دینے کا ہے کیونکہ بڑی بیگم سے فرمار ہے تھے کہ میں نے سب لڑکیونکی تو شادی کردی صرف زیب النسا رہگئی ہے اگرچہ اوسکا ارادہ نکاح کرنے کا نہیں مگر جہاں تک ہوسکے جلد نکاح کردینا چاہئے تم بھی کوشش کرکے اوسکو راضی کرو اس لئے میں آپسے کہتی ہوں کہ والدین کی مرضی کے خلاف نکریں کیونکہ بڑی بیگم صاحبہ نے آپ سے خود ہی فرمایا تو کیا آپ انکار کردینگی۔

زیب النسا - نہیں یہ کبھی نہوگا کہ اماں جان کے سامنے میں اس قسم کی بے شرم بنوں - اچھا روشن آرا تو جہاں پناہ سے اس تقریر میں مطلب میرا ادا کرنا کہ اون کو ناگوار نہ گذرے۔

روشن آرا - اچھا شہزادی صاحبہ مجھے آپکے حکم سے انحراف نہیں جاکر کہتی ہوں مگر اسوقت کہنے کا موقعہ نہ ملیگا کیونکہ نماز ظہر ادا کرکے بادشاہ سلامت

نے مجھے بھیجا تھا نماز ادا کرتے ہی وہ باہر تشریف لیگئے کیونکہ اونکا ارادہ تھا کہ مجھے آرام نہ کرنا چاہئیے رعایا کے حقوق اونکے ذمہ ایسے ہیں کہ جنکی وجہ سے اونہیں جفاکشی اور محنت کا عادی ہونا ضروری ہے اسوقت وہ بھی نماز سے فارغ ہوتے ہی باہر تشریف لیگئے کہ ایسا نہو کہ کوئی غریب عرض کرنے آئے اور محروم واپس جائے مگر میں جاتی ہوں موقع ملا تو کہدوں گی۔

یہہ کہکر دلشن آرا تو چلی گئی اور زیب النسا چمن آرا سے کہنے لگیں۔

زیب النسا۔ چمن آرا جہاں پناہ شادی کے لئے مجھے مجبور کرتے ہیں اگر میں انکار کرتی ہوں تو والدین کی اطاعت میں فرق آتا ہے اور میرا دل شادی سے قطعی بیزار ہے عجیب کشمکش ہے کیا کروں۔

چمن آرا۔ شہزادی صاحبہ نکاح کرنا تو برا نہیں اور والدین کے حکم سے ہرگز سرتابی نہ کرنی چاہیے۔

زیب النسا۔ میرا یہ خیال ہے کہ انسان خواہ مخواہ کسی کا تابعدار کیوں ہو جہاں تک ہوسکے آزادی سے زندگی بسر کرے بشرطیکہ آزادی احاطۂ اسلام سے تجاوز نہ کرے جبکہ میں اپنے دل کو غیر ضروری محبت اور ناجائز تعلقات سے پاک صاف پاتی ہوں اور میرا دل نکاح کرنیکو نہیں چاہتا اگر مین نے جبراً نکاح کر بھی لیا تو اسکا انجام ضرور میرے لیے برا نکلے گا نکاح کرنا برا نہیں مگر یہ وجوہات ہیں جو مجھے نکاح کرنے سے مانع ہیں۔

چمن آرا۔ اچھا شہزادی صاحبہ آپ جبر ہی سمجھکر نکاح ضرور کر لیں اس میں والدین کی اطاعت کا اظہار ہو گا اور آپ مذہباً بھی اچھا کرینگی۔

زیب النسا اور چمن آرا دیر تک اس قسم کی گفتگو کرتی رہیں اسمیں شک نہیں کہ ہماری ہیروئین نکاح کرنیکے خلاف تھی مگر یہ بات اوسنے آپ ہی تک محدود

رکھی اور انکو وہ نکاح کرنے پر راضی کراتی۔ چنانچہ ایک پرستارہ کا نکاح ایک کشمیر کے لڑکے سے کرایا اور پرستاروں کو بھی نکاح کی ترغیب دی مگر اسکے دل میں قدرتًا نکاح سے نفرت ہو گئی تھی وہ کسی غیر کی محکوم بنکر رہنا عیب سمجھتی تھی غالبًا یہ بات اسوجہ سے اوسکے دلمیں پیدا ہوئی کہ وہ ہر وقت علمی مشاغل کی دھن میں رہتی تھی شادی ہو جانے سے یہ مطلب فوت ہو جاتا شاعری کا اتنا شوق تھا کہ اوسنے فنافی الشعر کا مرتبہ پایا تھا اور حاضر جواب بھی ایسی تھی کہ بڑے بڑے استادوں کے سامنے نہیں ہو سکتی تھی اسکا کلام ایسا دل مرغوب تھا کہ لوگ اوسے تبرکًا مختلف مقامات پر لیجاتے تھے شادی ہونے سے یہ تمام باتیں متروک ہو جاتیں اور اوسے محکوم ہو کر رہنا پڑتا اور ایسی آزادی اور اطمینان حاصل نہوتا ذہن بھی اوسکا نہایت عمدہ تھا دقیق سے دقیق بات کو نہایت تحمل اور اطمینان سے حل کر دیتی۔ یا اس قسم کے دیگر خیالات ہونگے جو اوسے شادی کرنے سے مانع تھے مگر جس عصمت تابی سے اوسنے زندگی بسر کی وہ اس بات کا پورا ثبوت دے رہی ہے کہ اوسکا چال چلن خلاف مذہب کاموں اور بداخلاقی کے دھبوں سے بالکل پاک و صاف رہا اونکی عفت و عصمت میں کسی طرح کا فرق نہ پایا جاتا تھا۔ زیب النسا اور جہان آرا اسی بحث میں عرصہ تک مصروف رہیں اسی عرصہ میں روشن آرا نے بھی آکر ایک دو مرتبہ سمجھایا مگر وہ کسی طرح نکاح کرنے پر راضی نہوتی تھی بادشاہ نے بھی زیب النسا کو شادی کرنے پر مجبور کیا جب زیب النسا نے کہا کہ جہاں پناہ بغیر شادی کئے باز نہ آئینگے تو اوس نے روشن آرا کو بلا کر کہا۔

زیب النسا۔ روشن آرا جہاں پناہ بغیر شادی کئے نہ مانینگے یہ میں خوب

جانتی ہوں کہ شادی ہو جانے پر مجھے شاعری اور علمی شوق چھوڑ دینا پڑیگا اگر میں اپنے ارادوں میں اسیطرح قایم رہوں تو میرا یہ فعل باعث رنجیدگی والدین کا ہوگا لازم یہی ہے کہ جو اصول کے خلاف ہو توڑ دوں اور اپنے والدین کی اطاعت و رضامندی اپنے نقصان پر مقدم سمجھوں - اسلئے تم جاکر بادشاہ سلامت سے میری طرف سے عرض کردو کہ مجھے آپکے حکم میں کسی طرح کا انحراف نہیں نکاح رسُول مقبول صلعم کی سنت ہے اس حکم کے بجالانے میں کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا - میری آرزو ہے کہ سلطنت کے تمام امرا و وزرا ارکین دولت کی تصاویر آپ طلب فرما ئے تصادیر کو دیکھکر جسکو میں پسند کروں میرا نکاح اوسکے ساتھ کردیا جائے اس سے شاید اسکا یہ خیال ہو کہ اگر میرا نکاح ہو بھی تو کسی لایق و ہوشیار شاعر سے ہو تاکہ اسکو نکاح ہونیکے بعد بھی تہوڑی آزادی حاصل رہے چونکہ وہ خود تمام شاعروں اہل کمال اہل علم و فضل سے واقف تھی اسلئے یہ پسند اوسنے اپنے ہی اوپر رکھی - بادشاہ غازی کو یہ تجویز پسند آئی تمام اضلاع میں احکام بھیجے گئے کہ تمام ذی مرتبہ لوگ اپنی اپنی تصویر بھیجدیں - جب تصویریں آگئیں تو زیب النسا نے نواب عاقل خاں گورنر لاہور کی تصویر کو پسند کیا - کیونکہ اوس سے بوجہ شاعر ہونے کے زیب النسا کو اُنس تھا - اور کچھہ آزادی کی بھی اُمید ہوگی بادشاہ نے عاقل خاں کو رقعہ لکھا کہ مجھے نور دیدہ زیب النسا کی شادی کرنی منظور ہے اور اوسکا میلان خاطر تمہاری طرف پایا جاتا ہے اگر تمہیں بموجب حکم خدا و رسُول عقد و زوجیت میں لانا منظور ہو تو آؤ زیب النسا سے شادی کرنیکے دربار شاہی میں بہت سے امیر آرزو مند اونمیں سے ایک نے اظہار حسد اس حیلہ سے کیا کہ شاہی فرمان سے کے

ساتھہ ہمدردی کا ایک رقعہ لکھکر عاقل خاں کو بھیجا کہ "دختر شاہ سے عشق کرنا بازیچۂ اطفال نہیں ہے آپکی کارروائی کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی ہے اب آپ تشریف لاکر اپنے کیے کی سزا پائے" ان دونوں خطوط کے ساتھہ پہنچنے کا عاقل خاں پر عجیب اثر ہوا کبھی ادسے اُمید کا کھلا ہوا باغ نظر آیا کبھی ناامیدی کا خارستان نظر آتا تہا وہ اسی کشمکش میں رہا کہ کیا کیا جائے مگر احتیاط سے کام لیا اور بادشاہ کو لکھہ بھیجا کہ شادی تو درکنار مجھکو نوکری بھی منظور نہیں شاہی نمک بہت کھایا اب معاف رکھا جاؤں۔ ایسے صاف لفظوں میں اگر اور کسی بادشاہ کو خط تحریر کیا جاتا تو اوسکو سزا دیجاتی مگر عادل بادشاہ نے ذرا بھی اظہار خفگی نہ کیا کیونکہ وہ اسکو بہت دوست رکھتا تہا جو صاف اور سچ بات اوس سے کہدے خوشامدی لوگوں سے اوسے نفرت تھی۔

عاقل خاں ملازمت سے علیٰحدہ ہوکر دہلی چلا آیا بادشاہ نے اسکا خیال نہ کیا مگر افسوس ضرور کیا کہ یہ عاقل خاں کی نادانی تھی اپنے اچھے بُرے کی تمیز نہیں رکھتا اور خیال کیا کہ مشاعرہ میں کچھہ فتور ہوا ہو مشاعرہ بند کردیا بادشاہ کو خیال ہوا کہ زیب النسا جوان ہے اور مشاعرہ میں شاعر اپنے خیالات اشعار کے ذریعہ سے ظاہر کرتے ہیں ممکن ہے کہ کسی سے ناجائز تعلق ہوجائے اور زیب النسا کی طبیعت سے آگاہ نہ تھا کہ وہ ایسے خیالات کو دلمیں جگہہ نہیں دیتی زیب النسا کے دلیر شاعرہ ہونے سے اور بھی وحشت تھی۔

نواں باب

مخفیاکے رسی بکوچۂ دوست راہ تاریک مرکبت لنگ است

جاڑوں کا موسم ہے تنبیح کے دس بجنے والے ہیں عموماً اس موسم میں سردی

زیادہ ہوتی ہے اس لئے سردی سے ہر شخص بجکر صبح تو اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہتا ہے مگر یہ وقت ایسا ہے کہ عموماً ہر شخص اپنی ضروریات کے پورا کرنے کو گھر سے چلا جاتا ہے سورج میں کچھ حرارت ہو جانے سے وہ سردی نہیں رہتی جو صبح کو ہوتی ہے عاشقان ناکام اسوقت بھی فراق کے صدموں سے آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں لاکھوں تدبیریں کرتے ہیں مگر سب بے سود کوئی ایسی نہیں بیٹھتی جس سے مطلب برآری کی امید ہو سکے۔ قلعہ دہلی کے عمارات کے سلسلہ میں عین اسوقت ایک کمرہ نظر آتا ہے جسمیں ہماری ہیروین ایک پلنگ پر بیٹھی ہے کمرہ خوب آراستہ ہے چار پانچ سہیلیاں بھی بیٹھی ہیں انمیں یہ گفتگو ہو رہی ہے۔

زیب النسا۔ رقیہ یہ اچھا ہوا کہ میرے دلکی مراد پوری ہوئی۔

ایک سہیلی۔ (جو غالباً رقیہ ہوگی) یہ اچھا نہیں ہوا مجھے انکی ملازمت ترک کر دینے کا بہت افسوس ہوا ہے۔

زیب النسا میری شادی نہوئی مجھے اسکی خوشی ہے۔

رقیہ۔ آپ شادی کرنے سے اسقدر بیزار ہیں۔

زیب النسا۔ میں اپنے اچھے برے کی تمیز کر سکتی ہوں لیکن شادی کرنا نہیں چاہتی صرف جہان پناہ کے مجبور کرنے پر میں نے اقرار کر لیا تھا مگر ساتھ ہی یہ ارادہ بھی مصمم کر لیا تھا کہ بعد نکاح مجھے علمی مشاغل بھی کم کر دینا ہونگے اور میں تنہائی کی زندگی بسر کرونگی۔

رقیہ۔ شہزادی صاحبہ شادی کرنا تو اچھی بات ہے مگر نمعلوم لڑکیوں کو اتنی نفرت ہے اسکی تو لوگ دعائیں مانگتے ہیں۔

زیب النسا۔ شادی کرنا اچھی بات ہے حکم خدا و رسول ہے کسکا انکار ہے

مگر چند وجوہات ایسے ہیں جو مجھے اس سے روکتے ہیں۔

رقیہ - شہزادی صاحبہ مجھے اونکی ملازمت ترک کرنیکا سخت افسوس ہے

زیب النسا - انہوں نے ملازمت ترک کی یہ اونکی غلطی تھی جہاں پناہ نے اونکو شادی کیلیئے بلایا تھا مگر یہ سب حاسدوں کی فتنہ پردازیاں ہیں جو جہاں پناہ کے ارادوں کو برعکس ظاہر کرتے ہیں مجھے رنج اس بات کا ہے کہ ایک عمدہ شاعر ہاتھ سے جاتا ہے۔

دوسری سہیلی - شہزادی صاحبہ وہ تو یہیں ہیں۔

زیب النسا - کہاں ؟

وہی سہیلی - ڈرتی ہوں کہ آپ بادشاہ سے نہ کہدیں۔

زیب النسا - نہیں شاعروں کے خلاف میں کبھی نہ ہونگی شعرا نے ایسے الفاظ لکھکر بھیجے جنسے میری عزت و آبرو میں فرق آتا تھا مگر مینے اونکی پرواہ نہ کی اور یہ خیال کیا کہ انہیں اپنا دل خوش کر لینے دو صرف لکھنے سے کیا ہوتا ہے اگر شکایت کرتی تو عمدہ شاعر ہاتھ سے نکلجاتے جب میں نے [illegible] نہیں کسے کچھ نہ کہا تو اسکے لیئے کیا کہہ سکتی ہوں میں تو خود یہ چاہتی ہوں کہ وہ بچجائے کیونکہ ایسا شاعر ملنا اب مشکل ہے۔

وہی سہیلی - شہزادی صاحبہ وہ لاہور سے ملازمت ترک کرکے پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں اگر اسکے متعلق زیادہ معلومات کرنا ہو تو فلاں شخص سے دریافت فرمائیے۔

زیب النسا - اچھا میں ابھی دریافت کرتی ہوں - یہ کہکر زیب النسا نے ایک کاغذ پر لکھا کہ - شنیدم ترک الفت کرد عاقل خاں بہ نادانی۔

اور ایک [illegible] جواب لائے [illegible]

محرم راز کا گھر شہر میں ہے۔ حامل رقعہ قلعہ سے نکلکر شہر کیجانب روانہ ہوا۔
ہمیں شہر دہلی کے کوچہ میں ایک شخص نظر آتا ہے جو سراپا یاس وحسرت بنا ہوا ہے ٹہلتا ہے اور دل میں کچھ سوچ رہا ہی یہ شخص عاقل خان ہے
عاقل خاں۔ دیکھو حبیب اللہ تم میرے راز سے کماحقہٗ واقف ہو کسی کے سامنے میرے یہاں رہنے کا ذکر نہ آئے۔
حبیب اللہ۔ میں آپکا محرم راز ہوں مجھسے راز افشا کرنیکی ہرگز اُمید نہ کہیں لیکن اسوقت ایسے پریشان کیوں ہو۔
عاقل خاں۔ شہزادی صاحبہ کا خیال دلمیں رہ رہکر آتا ہے کہ اب میں کیونکر اون کا کلام سُن سکتا ہوں
یکایک کوئی آتا دکھائی دیا اور وہ گفتگو کرتے کرتے خاموش ہو گیا مگر اوسنے پہچان کر پوچھا۔
عاقل خاں۔ اے شخص کہاں جاتا ہے۔
حامل رقعہ۔ شہزادی زیب النسا کا رقعہ لیکر فلاں شخص کیپاس جاتا ہوں
عاقل خاں نے اوسے دیکھکر اوسکی پشت پر لکھدیا علاج را کارے کُند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ اور حامل رقعہ سے کہا کہ یہ رقعہ شہزادی صاحبہ کے پاس لیجا یہی جواب ہے بعد میں وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔

دسواں باب

شراب عشق سے فرحت ہوں رات دن سرشار کوئی جہاں میں مجھسا ہی بادہ خوار نہو
برسات کا موسم صبح کا سُہانا وقت ہے یہ وقت عام طور پر ہی سُہانا ہوتا ہے اور دلخوش مانا گیا ہے خصوصاً برسات میں یہ وقت طبیعت پر عجیب

اثر پیدا کرتا ہے طائران خوش الحان اپنے آشیانوں سے پرواز کر گئے ہیں اور قدرت کے دلفریب منظر کو دیکھنے اور لطف اٹھانیکے لئے بعد پرواز کرکے اور سبز درختوں پر بیٹھے چہچہے کر رہے ہیں نسیم سحری جس سے پژمردہ۔ اور غمگین طبیعتیں بہی تہوڑی دیر کیلئے خوش اور بشاش ہو جاتی ہیں اور جو پہولوں کو بہی ہنسا دیتی ہے۔ اور بوئے گل اوڑا کر بلبل کے دل میں چٹکیاں لیکر اوسے گلوں پر شیدا کر دیتی ہے سرو کو ناز انداز دکہا کر قمری کو اوسپر شیفتہ کرتی ہے اپنی معشوقانہ دلفریب رفتار سے باغ میں وہ اثر پیدا کر رہی ہے کہ دیکہنے والوں کی نگاہ میں اسوقت کا منظر خواہ اچہا معلوم ہوتا ہے کہ دلربایانہ انداز سے گل لوٹ پوٹ میں نرگس شہلا مخمور ہے سنبل کی زلف پریشان ہے لالہ کے دلپر عشق کی چوٹ لگی ہے۔ کوئی ذی روح ایسا نہیں جو اسوقت کے دلفریب منظر سے خوش نہو باغ کے سبز پوش اپنا اپنا سنگہار کر رہے ہیں گلوں سے بہی اپنے بند قبا کہول رکہے ہیں شاید کسی سے ملنے کے مشتاق ہیں نرگس مخمور کسی کے انتظار میں کہڑی ہے سنبل بہی حیران ہے سرو کا دماغ آسمان پر ہے شمشاد اپنے آپے سے باہر ہے بلبل بوئے گل سونگہکر مست ہو رہی ہے اور اپنے پر درد ترانوں میں رات کی سب کیفیت بیان کر رہی ہے گل اوسکے فریاد و نالہ سے مسکرا رہے ہیں قمری بہی سریلی آواز اور دلکش درد آمیز صدا میں جفائے دلبر کی شکایت کر رہی ہے سرو اوسکی حالت زار دیکہکر متحیر کہڑا ہے پپیہا فراق یار سے تنگ آکر درد محن کی آواز میں پی کہاں پی کہاں بول اوٹہتا ہے جس سے سننے والوں کے دلوں میں عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے کویل کی کوکو کی آواز بسا خستہ دلکو اپنی طرف کہینچتی ہے کبہی طاؤس درد دل سے تنگ آکر اسطرح کی آواز

نکلتا ہے کہ سب کی نگاہیں اُسطرف اُٹھہ جاتی ہیں سبزہ ہر سمت لہرا رہا ہے
سبزہ سے مخمل کے فرش کا لطف حاصل ہے۔ بادل ہر سمت ہوا پر اڑ رہے
ہیں کبھی ایک جگہہ جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں آسمان
کا منظر اسوقت کسی عاشق خستہ تن کے دل دردمند کا فوٹو نگاہ کے سامنے
کھینچ رہا ہے جسمیں کہ پریشان خیالات کی ہر وقت آمد و رفت ہے ایک
آیا دوسرا گیا۔ کبھی پریشان خیالات کا ہجوم ہو جاتا ہے کبھی یاس و ناامیدی
کی پچھوا سے مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ اور ہر طرف دھول اڑتی نظر آتی
ہے۔ کبھی ہوا کا رخ بدلتا اور ابر کی پروا ہوا کا کوئی جھونکا زخم دل ہری کر جاتا
ہے اور مختلف خیالات ابروؤں اور آرزوؤں کا ہجوم ہو جاتا ہے جسطرح اس
موسم میں کوئی وقت بادلوں کی آمد و رفت سے خالی نہیں ہوتا ہے اسیطرح
آتش مزاج اور فرقت نصیب کا دل خیالات اور مختلف آرزوؤں سے خالی
نہیں ہوتا۔ الغرض یہ وقت وہ ہے کہ ہر چیز خوش و خرم نظر آتی ہے
اور شگفتگی و تازگی کے آثار سوائے عاشق حرمان نصیب کے چہرہ کے ہر
چیز سے نمایاں ہیں کوئی اسوقت کی سیر کا لطف اٹھانے کی غرض سے گھر سے
باہر چلا گیا ہے تاکہ باغ کی سیر و تفریح سے اپنی طبیعت بہلائے اور کوئی
گھر میں بیٹھا اس منظر کا لطف اٹھا رہا ہے کوئی عاشق ناکام اپنے محبوب
کی سیر کر رہا ہے۔ اور آہ آہ اٹھہ اٹھہ کے کسی کی درد فراق سے دل کے اپنے زخموں
کو ہرا کر رہا ہے۔ اسوقت ہمیں عمارت قلعہ کے سامنے ایک باغ نظر
آتا ہے جسمیں وہی لطف اور وہی منظر ہے جسکو ہم ابھی بیان کر چکے یہ ایک
نہایت وسیع باغ ہے جسمیں ہر رنگ کے پھول کھل رہے ہیں اور
بہت خوشنما درخت نشو و نما پا رہے ہیں موقع موقع سے فوارے چل رہے

ہیں دہوپ کبھی نہیں آتی حوض کے کنارے موقع موقع سے سنگ مر مر کے تخت بنے ہیں جنپر بیٹھکر باغ و حوض کی سیر بخوبی ہو سکتی ہے حوض میں ہر قسم کی مچھلیاں تیر رہی ہیں سڑکیں اس باغ میں بہت ہیں ہر حوض کے پاس سے ایک سڑک گذرتی ہے اور ہر تختہ کے پاس ایک روش جاتی ہے جسکی سیر بخوبی ہو سکتی ہے اسوقت باغ میں ایک حسین لڑکی ٹہل رہی ہے قد و قامت میں نہایت خوش وضع و خوبصورت ہے عمر اسکی ۲۴ برس سے زیادہ نہوگی وہ مختلف سڑکوں اور روشوں کے ذریعہ سے حوضوں اور روشوں کی سیر کر رہی ہے حوض کے پاس کھڑے ہوکر سیر کرتی ہے کبھی کسی تختہ کی سیر کا لطف اوٹھاتی ہے کبھی آبشار کے پاس جاکر بیٹھتی ہے اور کہتی ہے ؎

اے آبشار نوحہ گر از بہر کیستی
چیں بر جبیں فگندہ ام از بہر کیستی

دردت چو درد بود کہ چوں من تمام شب
سر را بسنگ میزدی و می گریستی

اوسے مثل کسی آہوئے وحشی کے قرار نہیں آخر کار ایک سرو کے پاس کھڑی کچھہ دیر بعد جسپر نہیں کیا سوچتی رہی پھر بیخودی کے عالم میں یکایک اوسکے منہ سے یہ رباعی نکلی ؎

وا اے بہر شاعران نا دیدہ
غلطیدہ خود بخود دلیس بدیدہ

سرو را قد یار گویند
سرو چوب سست نا تراشیدہ

چار پانچ سہیلیاں بھی اوسکے ہمراہ ہیں کبھی وہ اون سے گفتگو کرتی ہے اور کبھی خاموش ہوکر لطف اوٹھاتی ہے یہ مہ جبیں شہزادی زیب النسا ہے پھر یکایک ٹہلتے ٹہلتے وہ بول اوٹھی -

زیب النسا - اسوقت یہ منظر کیسا دلفریب معلوم ہوتا ہے -

سہیلیاں - ہاں شہزادی صاحبہ بیشک یہ وقت بہت عمدہ ہے بس یہی دل چاہتا ہے کہ ہر وقت ایسا ہی رہے -

زیب النسا - (مسکراکر) برسات کا موسم بہت عمدہ ہوتا ہے ہر چیز سے شگفتگی کے آثار نمایاں ہیں جنکی قسمت میں بُرائی ہے اونکے لیئے یہ وقت بھی بُرا ہے

سہیلیاں - (آپسمیں ایک دوسرے کو دیکھکر) شہزادی صاحبہ آپ یہ کسکے لیئے فرماتی ہیں -

زیب النسا - نہیں کسی کے لیئے نہیں میں اپنے لیئے کہتی ہوں کیونکہ مجھسے زیادہ اور کون بدبخت ہوسکتا ہے ؎

شکوہ از بیگانگان و آشنایاں چوں کنم ‌ ‌ مخفیا روز ازل بخت زبونم دادہ اند

سہیلیاں - شہزادی صاحبہ آپ تو بادشاہ سلامت کی شہزادی ہیں آپکے ہی دم کی خاطر نوکر چاکر اور تمام سامان عیش و عشرت مہیا ہے آپ یہ کیا فرماتی ہیں -

زیب النسا - آہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں مگر اپنوں کی بدظنی - یاروں کی بیوفائی - آشناؤں کی کج ادائی - دوستوں کی سرد مہری نے اس خیال کو دل سے مٹا دیا اور مجھے سب سے الگ رہنے پر اور تنہا زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا ؎

دختر شاہم و لیکن رو بفقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النسا ست

یہ سنکر سب سہیلیاں خاموش ہوگئیں - زیب النسا ٹہلتی ہوئی مختلف حوضوں اور روشوں کی سیر کرتی اور اسوقت کی پرلطف سبزی کا لطف اوٹھاتی رہی آخرکار وہ ایک نہر پر گذری جو وسط باغ میں ہوکر گذری ہے یہ ایک مختصر مگر نہایت خوبصورت نہر ہے اسکے چاروں طرف پتھر کا فرش ہے یہ جگہہ

زیب النسا کو ایسی پسند آئی کہ اوسکے کنارے پر بیٹھہ گئی اور اوس کے منہ سے یہ رباعی نکلی ؎

بہ شیرینی دہانت غنچہ را گفتار بایستی | باستقبال قدرت سرو را رفتار بایستی
چنیں در دیدہ من دارم طبیب یار بایستی | بجائے شربت قندم لب دلدار بایستی

بلبلوں کے چہچہے پہولوں کی شگفتگی قمری کی کوکو نے دلپروہ حالت طاری کی کہ یکایک بیخودی کے عالم میں اوسکی زبان سے یہ شعر نکلا ؎

چہار چیز ز دل غم برد کدام چہار | شراب سبزہ و آب روان و روئے نگار

زیب النسا اسوقت کی سبزی کو اپنی نگاہ سے دیکھہ رہی ہے تہوڑی دیر بعد اوسنے مڑکر دیکہا تو بادشاہ غازی کو کچہہ فاصلہ پہ کہڑا پایا سہم گئی [illegible] شعر سن لیا فوراً مضمون پلٹ کر اس شعر کو پڑہنے لگی ؎

چہار چیز ز دل غم برد کدام چہار | شراب سبزہ و آب روان و روئے نگار

اس شعر کو بار بار زیب النسا پڑہتی رہی بادشاہ کچہہ دیر ٹہر کر چلا گیا اور چونکہ اسوقت [illegible] پہنانے کی غرض سے بہار کہا تہا سو سچ ہی مشتاق دیدار [illegible] دہوپ میں شدت ہونے لگی اسلئے زیب النسا بہی [illegible] کر دیں شاہی محلات کی طرف روانہ ہوئی۔

گیارہواں باب

حالا در بہشت گاہ قسمت عاقبت دوا [illegible] | نیست یکساں کار عالم تختنیا مردانہ باش

[illegible] سمجھہ کا وقت ہے یہ وہ وقت ہے جس سے ہر شخص

کے دلپر فرحت ہوتی ہے ایک تو یہ وقت عام طور پر عمدہ مانا گیا ہے۔
دوسرے برسات کے موسم میں اور بھی زیادہ لطف دیتا ہے اسوقت آسمان پر بادل چھائے ہیں اور سورج نے اپنا منہ چھپا رکھا ہے پروا ہوا چل رہی ہے جس سے ہر شخص کے دل کو فرحت ہوتی ہے اس لئے اسکو ٹھنڈے وقت سے تعبیر کرتے ہیں دوسرے برسات کے موسم میں یہ وقت اور بھی لطف دیتا ہے کوئی جنگل یا مرغزار میں ہوا خوری کو چلا گیا ہے عاشقان فرقت نصیب کو تو اسوقت کی سیر کی بھی ضرورت نہیں برسات کا موسم بارہ ماہ میں صرف چار ماہ رہتا ہے بلکہ عاشق خستہ تن کے دل میں ہر وقت برسات کا مشغلہ نظر آتا ہے پہلے تو اوسکے دلمیں یاس و حسرت کی چھوا ہوا چلتی ہے جس سے ہر سمت دھول اڑتی نظر آتی ہے۔ اور اوسکے کوچہ دل میں ایک ہولناک منظر بنا رہتا ہے پھر یکایک امید کی [illegible] ہوا اچلنا شروع ہوتی ہے جس سے برعکس نتیجہ حاصل ہوتا ہے خیال و ارمانوں کا دلپر ہجوم ہوتا ہے کبھی [illegible] یعنی سینہ میں دم رکتا ہے پھر دیدہ تر سے خون دل [illegible] شروع ہوتا ہے کبھی کبھی ارمانوں کا خون اور امیدوں کی جھلک ملکر مطلع میں دہنک کیطرح نظر آتے ہیں پھر یکایک پچھوا ہوا تمام منظر کا خاتمہ کر دیتی ہے اور برف باری اور جاڑے کا سامان ہر سمت دل میں نظر آنے لگتا ہے اسوقت بادلوں کا آسمان پر ہجوم ہے اور لطف منظر کو دوبالا کر رہے ہیں۔ جدہر نگاہ اوٹھا کر دیکھو سبزی نظر آتی ہے جو آنکھوں کو طراوت دیتی ہے اسنے تمام جنگل اور پہاڑوں کو لاجوردی بنا دیا۔ سبز مخملی فرش ہر سمت بچھا ہوا ہے اشجار نے بھی اپنا اپنا بناؤ سنگار کر رکھا ہے اون کا جوبن اور بہار پر

ہے کوئی چیز اسوقت ایسی نہیں جس سے خوشی کے آثار نمایاں نہیں۔ بلبل کے چہچہے قمری و کویل کی کوکو۔ طاؤس کی چنگھاڑ پپیہے کی درد بھری آواز "پی کہاں پی کہاں" اُن سب سے خوشی کے آثار نمایاں ہیں شاید اسوقت عاشق ناکام ہی ایسے ہونگے جو گلستان دہر کی شگفتگی دیکھکر خوش نہوں محنت و مزدوری کرنے والے لوگ بھی اسوقت کا لطف اوٹھاتے ہیں اور چلتے ہوئے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں۔

اسوقت ہم اپنے ناظرین کو اوسی باغ کی سیر کراتے ہیں جسکا ذکر پچھلے باغ میں آچکا ہے حور وش زیب النسا اسوقت باغ میں ٹہل رہی ہے بلبل و قمری کے ترانوں اور طاؤس کی چنگھاڑ نے باغ کو سر پر اوٹھا رکھا ہے وہ مختلف روشوں ٹہل ٹہل کر اس منظر کا لطف اوٹھا رہی ہے آٹھ دس سہیلیاں بھی اوسکے ہمراہ ہیں چلتے چلتے اوسنے کہا۔

زیب النسا - اس تختہ میں کیسے پھول کھلے ہوئے ہیں یہ تمام فرنگ کے پھول ہیں جہاں پناہ نے خوبصورتی کیلئے انکو بھی لگایا ہے۔

سہیلیاں - شہزادی صاحبہ اسوقت کا منظر بہار کے پھولوں کی خوبصورتی کو دوبالا کر رہا ہے اسوقت تو ہر چیز پر جوبن ہے۔

زیب النسا - اس سنگ مرمر کے چبوترہ پر بیٹھکر یہاں سے اس باغ کا منظر بہت دلفریب معلوم ہوتا ہے تم سب یہاں بیٹھ جاؤ۔

سہیلیاں - (چبوترہ پر بیٹھکر) شہزادی صاحبہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک دو غزلیں گائیں۔

زیب النسا - میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں اور اپنے ہمراہ تمہاری آزادی چھین لینے کو جائز نہیں رکھتی جو تمہارا دل چاہے وہ کرو۔

سہیلیاں پہلے تو آہستہ آہستہ آپس میں گفتگو کرتی رہیں جسکو ہماری ہیروین ذرا نہ سمجھی بعد ازاں سریلی صداؤں میں یہ غزل گانا شروع کی ۔

باغ و بہار آب رواں این خمار چیست — دلبر بکام و بادہ بکف انتظار چیست
فرصت شمر غنیمت و داد نشاط دہ — حیران این خیال ز انجام کار چیست
ممکن چو نیست دیدن آئینہ مراد — چندین شکایت از ستم روزگار چیست
بہر دو روزہ عمر گرامی مدہ بباد — اندیشہ [illegible] باطل این کار و بار چیست
گر خون دل ز دیدہ تراوش نداشتے — سیلاب خون ز دیدہ مرا در کنار چیست
ایدل اگر بدست محبت زبون نئی — چون لالہ بر دولت [illegible] چیست
مخفی بقدر طاعت ما گر عطا کنند — در روز حشر رحمت پروردگار چیست

زیب النساء۔ (مسکرا کر) کوئی نئی غزل بیان کرو۔
سہیلیوں نے اس غزل کو دلفریب آواز سے گانا شروع کیا ۔

کار معشوقاں نمک بر زخم پنہاں ریختن — کار عاشق خون خود بر پائے جاناں ریختن
نیست آساں پنجہ زلف پریرویاں زدن — خون دل از دیدہ می باید بداماں ریختن
گر نما دہم داغ عشقت بر جگر معذور دار — باغباں را می رسد گل در گریباں ریختن
دیدۂ مہر کشا مخفی دگر تا کے تواں — نقد عمر خویش را ہر سو پریشاں ریختن

عصر کا وقت برسات کا موسم بادلوں کا ہجوم اور ان سب کی سریلی آوازیں عجیب لطف پیدا کر رہی ہیں کہ جسکو سنکر بیخودی کا عالم پیدا ہوتا تھا زیب النساء بہت دیر تک خاموش بیٹھی رہی اُسکے نرم و نازک دل پر اسوقت عجیب اثر پیدا ہوا اور آخر کار اُسنے کہا۔

زیب النساء۔ میری وجہ سے تم اپنا دل نہیں خوش کرتیں اچھا میں باغ کی سیر کرتی ہوں۔ تمہارا جب جی چاہے میرے پاس آجانا۔

یہ کہکر زیب النسا اُٹھکر باغ کی سیر میں مصروف ہوئی اس غزل کا دلپر عجب اثر ہوا کبھی وہ آہ کھینچتی ہے کبھی کچھ سوچ کر ٹھہر جاتی ہے آخر کار اُسنے کہا اب شاعری کا کیا لطف ہے بغیر شاعروں کے شاعری سے کچھ فائدہ نہیں ان لگانے بجھانیوالوں نے کیا کیا فتنہ پردازیاں کر کے مجھے صدمہ پہنچانے کی کوششیں کی ہیں میں کس سے شکایت کروں جو مقسوم میں ہے وہ ہو کر رہیگا گلے شکوے بیکار ہیں ؎

زبان حوصلہ باید برید آنکس را | کہ پیش غیر شکایت ز روزگار کند

کوئی کچھ نہیں کر سکتا یہ صرف قسمت سے ہے ؎

شکوہ فلک کا اور بتوں کا گلہ مجھے | بخت زبوں ازل سے ہوا ہی عطا مجھے

انہیں خیالات میں سرشار ہو کر آگے بڑہی مگر باغ کی شگفتگی بہار کا عالم یہ کچھ ایسے اسباب نہ تھے جو کسی کو اپنی طرف مائل نہ کر لیتے ہوں اور غمگین طبیعتوں کو تھوڑی دیر کے لئے خوش نہ کر دیتے اس دلفریب منظر کا اوسکے دلپر یہہ اثر ہوا کہ اوس نے تھوڑی دیر خاموش رہکر بیساختہ یہ رباعی پڑہی ؎

ساقی بدہ آں مَی کہ نشاط انگیزد | از جوش خروش او خرد بگریزد
یک قطرہ چو محتسب بریزد ساقی | خواہد کہ بحکم شرع خونش ریزد

بعد ازاں یہ قطعہ پڑہا ؎

ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج | ما گذشتیم ز لطف تو غضب را چہ علاج
فرض کردم کہ بیاد تو دلم خرسند ست | لیکن ایں دیدۂ دیدار طلب را چہ علاج
انچہ بر دل گذرد از غم ہجر تو مرا | یک بیک شرح دہم لیکن ادب را چہ علاج
بتواں عشق نہاں داشت ز ہمدم لیکن | زردیٔ رنگ رخ و خشکیٔ لب را چہ علاج

اسی دہن میں جو روش زیب النسا ایک تختہ کے پاس کھڑی تھی کہ یکایک

اُسکے کان میں کچھ آہٹ آئی پلٹ کر پیچھے پھری تو اورنگ زیب اپنے والد کو دیکھا فوراً انجان بنکر زور سے یہ شعر پڑہا تاکہ بادشاہ غازی اُسے سُن لیں ؎

اے بلبل خوش الحان آہستہ لب بجنبان   نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد

اسوقت کے دلفریب منظر میں اس شعر نے اورنگ زیب کے دلپر ایسا اثر کیا کہ اُسنے آکر فوراً زیب النسا کو گلے سے لگا لیا اور اسکی بہت تعریف کی اور مشاعرہ کی اجازت دیدی زیب النسا کو بیحد خوشی ہوئی وہ دن خوشی و خرمی میں گذرا رات کو جبکہ بعد عشا نیند آئی تو اُسنے یہ رباعی موزوں کی ؎

هرچند فواره بسیماب بجوش است امشب   وقت میخواستن و رخصت هوش است امشب

نامه از جانب فرهاد به شیرین برید   که برائے تو هوا شیر فروش است امشب

بارھواں باب

پیش لایعقل ز دانش دم زدن دیوانگی است
گفتگوئے عقل را با مردم عاقل کنند

جاڑوں کا موسم صبح کا وقت ہے اس موسم میں سردی عموماً زیادہ ہوتی ہے بہت لوگ تو ابتک سردی کے باعث اپنے اپنے مکانوں میں لیٹے یا اپنے کاموں میں مشغول ہیں بعض لوگ جو دن کو دن اور رات کو رات جانیں وہ اپنے مکانوں سے باہر ہی چلے گئے ہیں یا عشاق جنکو سردی یا گرمی کی ذرا پرواہ نہیں مصداق اس شعر کے ؎

علی الصباح چو مردم بکار و بار روند   بلاکشان محبت بکوئے یار روند

وہ اندہیرے ہی سے گلیوں کی خاک چھانتے چلے گئے اور خواہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں یا نہوں وہ کوئے یار میں اپنا بستر لگا چکے ہیں۔

اندر اپنے ہی گھروں میں اپنے معشوقوں کو یاد کر رہے ہیں اور جذبات وصالت سے کام لے رہے ہیں۔ شہر دہلی کے قلعہ میں زنانہ محلات کے سلسلہ میں جہاں اس وقت ایک کمرہ نظر آتا ہے جس میں زیب النسا تلاوت قرآن مجید کر رہی ہے اسے اسوقت لطف آرہا ہے وہ آیتوں کے مطلب اور معانی پر بار بار غور کرتی ہے اکثر آیات بہ تکرار پڑھتی ہے کبھی خوف کے باعث چہرہ پر زردی چھا جاتی ہے کبھی خوشی کیوجہ سے چہرہ کا رنگ سرخ و سفید ہو جاتا ہے وہ تلاوت میں ایسی محو ہے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں بعد تلاوت قرآن مجید اسنے وظایف کی کتاب کھولی اور قرآن شریف کو نہایت ادب کیساتھ رحل پر رکھکر ایک اونچے تختہ پر رکھدیا بعد فراغت تلاوت و وظائف وہ جانماز سے اٹھی سہیلیوں نے جانماز اٹھالی اور قرآن شریف بھی اٹھا لے گئیں مگر جبتک قرآن شریف اوسکی نگاہ سے غائب نہوا وہ کھڑی رہی اسکے بعد اسنے دیوان حافظ دیکھا وہ اکثر اسیکا شغل زیادہ رکھتی تھی ہر روز اس کا یہی معمول تھا۔ اسوقت اسکے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اوس نے فوراً ایک غزل لکھ لی سہیلیوں کے اصرار کرنے پر وہ غزل انہیں سنائی ؎

اے کہ از زلف سیاہ در پیچ و تاب انداختی
آتشی در سینۂ جاناں کباب انداختی

بیقرار آں موج سیماب درخشت در وجود آں
عکس رخسارت مگر در روئے آب انداختی

از نگاہ آب می خاصیت آتش گرفت
خوش نگاہے دریائے از شراب انداختی

تا چراغ گل ز عکس شمع رخ افروختی

بلبل پروانہ را در اضطراب انداختی

در دل ویران من تخم محبت کاشتی
چشم معمولی بریں ملک خراب انداختی

راد خواہم زد قیامت در لباس شب روی
از خیال در خلل در کار آب انداختی

پرتو رخسارۂ خورشید عالمگیر شد
سایہ تا مثل ہما بر آفتاب انداختی

گشت مخفی عاقبت سیل سرشک از موجہا
کشتی امید را در موج آب انداختی

بعد غزل ختم کرنیکے زیب النسا کچھہ دیر تک خاموش بیٹھی رہی آخرکار سہیلیوں سے یوں مخاطب ہوئی۔

زیب النسا - مشاعرہ میں سب لوگ آتے ہیں مگر عاقل خاں کیوں نہیں آتا میں نے دو تین بار دریافت کرایا مگر وہ نہ نکلا۔

ایک سہیلی - شہزادی صاحب وہ بیچارا اپنی بیعزتی سے ڈرتا ہے شاید کوئی جہاں پناہ سے کہدے تو اسکی عزت میں فرق آئے۔

زیب النسا - یہ اس کا خیال بالکل غلط ہے جہاں پناہ اگر خود بھی دیکھ لیں تو اسکو منع نہ کریں اونکی طبیعت ایسی ہمدرد اور خلیق واقع ہوئی ہے کہ اگر دشمن بھی اُنسے ملیگا تو نہایت خلق سے اُسکے ساتھہ پیش آئینگے عاقل خاں نے تو کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے وہ کیوں ڈرتا ہے جہاں پناہ نے اُسکا ذرا خیال نہ کیا اگر وہ خود ڈرتا ہے تو اس کا علاج نہیں۔

دوسری سہیلی - سب کچھہ ہی مگر انسان اپنی عزت و آبرو کی حفاظت میں

ہر طرح کوشش کرتا ہے اگرچہ جہاں پناہ بیشک حلیم خلیق و بردبار ہیں مگر وہ بیچارہ ڈرتا ہے ممکن ہے کہ جہاں پناہ کسیوجہ سے اسپر اظہار خفگی کریں بلکہ اُسنے تو کئی بار آنے کا ارادہ کیا مگر اسی باعث نہ آیا۔

زیب النسا۔ عاقل خاں ایک ذی علم ہوشیار شاعر ہے اسلئے میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ ایک مشاعرہ میں بھی شریک نہو جہاں پناہ کو سب حال معلوم ہے وہ اسطرح پیش آتے ہیں جیسے خبر نہیں اگر وہ چاہیں تو اوسکی خطا کی معافی ہو سکتی ہے۔

تیسری سہیلی شہزادی صاحبہ بادشاہوں کا مزاج ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا ممکن ہے کہ اگر کوئی عاقل خاں کی سفارش کرے تو بادشاہ کو شبہہ ہو اور اوسکو سزا دیں۔

زیب النسا۔ مگر اس قسم کے بادشاہ یہ نہیں ہیں او جہاں پناہ خود کو بادشاہ نہیں سمجھتے وہ مثل معمولی آدمی کے زندگی بسر کرتے ہیں (ایک سہیلی سے مخاطب ہوکر) میں ایک شعر لکھتی ہوں یہ عاقل خاں کو بھیجا دو اُسکے اشعار سنے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا یہ کہکر زیب النسا نے ایک کاغذ کے پرچہ پر لکھا ؎

گرچہ من لیلیٰ اساسم دل چو مجنوں در ہواست
سر بصحرا مے زنم لیکن حیا زنجیر پاست

سہیلی یہ پرچہ لیکر باہر آئی اور ایک معتمد شخص کی معرفت اُسنے عاقل خاں کے پاس بھیجدیا۔

اسوقت زیب النسا اور اون کے جلسہ کو چھوڑ کر شہر دہلی میں ایک مکان کی سیر کرتے ہیں یہ مکان نہایت وسیع ہے اور فرش و فروش سے خوب آراستہ

ہے چند آدمی اس مکان میں بیٹھے کچھ گفتگو کرتے ہیں ان میں سے ایک عاقل خاں ہیں جو اسوقت گرم سخن ہیں۔

عاقل خاں۔ ہاں علاء الدین تم سے نسترن نے کیا کہا تھا۔

علاء الدین۔ نسترن کہتی تھی کہ عاقل خاں مشاعرہ میں کیوں نہیں آتے ہیں شہزادی صاحبہ عین مشاعرہ کے وقت اونہیں یاد کرتی ہیں اور عبدالرقیب خاں بھی مجھ سے کہتے تھے کہ میں دو ایک بار مشاعرہ میں گیا شہزادی صاحبہ عاقل خاں کو اکثر دریافت فرماتی ہیں۔

عاقل خاں۔ میں مشاعرہ میں کیونکر جا سکتا ہوں چھپکر تو یہاں آیا ہوں اگر خدانخواستہ بادشاہ میرے یہاں آنے کی خبر سن لے تو میری جانبری مشکل سے ہوگی شہزادی صاحبہ کا کلام سنے ہوئے مجھے بھی عرصہ ہوا ایک قصیدہ لکھکر شہزادی صاحبہ کی خدمت میں بھیجوں شاید اسکے جواب میں کوئی شعر لکھکر بھیجیں

عاقل خاں یہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر ایک پرچہ کاغذ کا دیا۔ عاقل خاں اُسے پڑھکر بہت خوش ہوا اور فوراً اوسکی پشت پر لکھکر اسی آدمی کے حوالہ کیا اور خود گفتگو کرتا رہا شہزادی زیب النسا اسوقت اپنی سہیلیوں میں بیٹھی شعر کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک سہیلی نے وہی پرچہ لاکر دیا دیکھا تو عاقل خاں نے اُسکی پشت پر لکھا تھا۔

عشق تا خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

زیب النسا نے اس شعر کو پڑھکر مسکرا کر کہا۔

زیب النسا۔ میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ عاقل خاں عمدہ شاعر ہے

کیسا اچھا شعر لکھا ہے اچھا اسکے جواب میں میں ایک شعر اور لکھدوں یہ کہکر ایک پرچہ پر لکھا کہ

پاکبازان محبت را حیا باشد مدام — چو تو ای مرغ بیحیا را کے حیا زنجیر پاست

مگر اسکا جواب نہ آیا بعد میں زیب النسا بیگم بادشاہ کے آنیکا غلغلہ سنکر پیچھے چلی گئی

تیرھواں باب

فرصت جہاں میں جینے کا کچھ بھی مزا نہیں
کٹتے ہیں لاکھوں اور فقط جان زار ہے

برسات کا موسم اور صبح کا وقت ہے چونکہ اس موسم میں بادل ہونے کی وجہ سے ہر وقت اچھا معلوم ہوتا ہے اسی لئے اسوقت بھی بہت سی مخلوق اسوقت کا لطف اٹھا رہی ہے بادل ہر سمت ہوا پر اڑ رہے ہیں اور کبھی دنیا کے بے انتہا ٹیلوں پر ٹھہر کے آنسو بہا دیتے ہیں بجلی بھی کبھی کسی کے دل کی تڑپ کی مانند تڑپ جاتی ہے باغوں میں ہر سمت سبزی نظر آتی ہے اگر اسکا ہی نام بہار ہو تو عجب نہیں کہ نخل امید میں بھی ثمرہ شادمانی آ جاتا ہو ہر سمت سبز مخملی فرش بچھا ہے برگ درختاں صاف زمرد کے سبز پوشان چمن کے ہو رہے جو خزاں کی ہاتھوں برداشت کر چکے ہیں اب سبدل بہاری ہو گئے اس موسم میں ان کے دل مکدر کو قسم قسم کی نعمتیں ملی ہیں فاختائیں و قمریں جو اپنی زبان پیا کی کہانی کچھ دیر پہلے نہایت ہی پر درد نالوں میں کہہ رہی تھیں اب اس موسم کے سبب اون کی بھی مرادیں پوری ہوئیں وہ اب خوش و خرم نظر آتی ہیں۔

بازاروں میں جہاں کچھ عرصہ پہلے ہر سمت دھول اڑتی تھی اور کسقدر ویرانیت تھی وہاں اب نگاہ اٹھا کر دیکھو تو چہار کھلا ہوا ہے پانی سے جل تھل بھرے ہوئے نظر آتے ہیں ہوا مگر وہ اسے خبردار ہو کر ادھر ادھر دوڑتی ہے کہ مبادا اوسکی لپیٹ میں خود ہی نہ آجائے باغ میں پھول دنیا کی بیوفائی کی امنگوں کو دیکھکر ساکت و متحیر کھڑے ہیں نرگس انسانی اداؤں اور دنیا کی بے ثباتی دیکھکر حیران کھڑی ہے سنبل دنیا کے مکر و فریب اور انسانی خیالات وہوش دیکھکر پریشان ہے لالہ احمر بھی چرخ فلک کے مظالم اور دنیا کے مکرو کید سے تنگ آگیا ہے اسکا سینہ داغدار ہے کوئی اسوقت جنگل کی سیر کر رہا ہے اور کوئی باغ کی اور کوئی اپنے گھر ہی میں لطف اٹھا رہا ہے مگر آہ وہ جو دنیا کے مکر و فریب سے تنگ آچکے ہیں جنہیں دنیا اور اسکی حقیقت خوب معلوم ہو چکی ہے جو اس طلسم سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں وہ ہرگز اپنا دل خوش کرنا نہیں چاہتے اونکی نگاہوں میں دنیا تاریک ہے وہ اسوقت کو مختلف نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں وہ جان گئے کہ یہ سب ابلہ فریبیاں ہیں وہ صیاد زمانہ کے داؤں پیچ سے بچ جانیکی فکر میں ہیں اونکی نگاہوں میں اسوقت کی سبزی دلچسپ معلوم ہوتی ہے نہ باغ کا نظارہ اون کے دل کو تازہ کر سکے جنکی نگاہوں میں حسن لازوال کے جلوے سما چکے ہیں اونہیں حسن فانی کسطرح اچھا معلوم ہو سکتا ہے جنکے ہر وقت دائمی خوبصورتی پیش نظر ہو وہ دنیا کی اس ابلہ فریب خوبصورتی پر کب مائل ہو سکتے ہیں ناظرین کو اب ہم شہر لاہور کے مشہور و معروف چوبرجی باغ کی سیر کراتے ہیں جسکو ہماری ہیروین نے بنوایا ہے شہزادی صاحبہ زیب النساء کے نام چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر تھی مگر وہ اپنے

زمانہ کی مشہور فیاض تہی علمی شوق اسقدر بڑہا ہوا تہا جسکا ذکر ہم کئی بار
کر چکے ہیں - بہت سا روپیہ علمی شوق میں صرف ہوتا تہا وہ لائق آدمیوں
کی قدر کرتی اور مصنفوں اور شاعروں کو اونکی تصنیفات کے صلہ میں
مالا مال کرتی تہی اوس نے خوشنویسوں اور کاتبوں کو نوکر رکھکر لاجواب
اور نایاب کتابوں کی نقلیں فراہم کیں اور ایک لاجواب کتب خانہ
تیار کیا جسکا شہرہ تہوڑے عرصہ میں ایران و توران پہنچ گیا اُس زمانہ میں
کشمیری کاغذ اور وہاں کے خوشنویس مشہور تہے اسلئے زیب النسا
نے اپنے والد ماجد سے اجازت حاصل کرکے کشمیر میں ایک دفتر
کتابت کا جاری کیا وہاں سے کتابیں تیار ہو کر اسکے پاس آتیں اس
دفتر کا انتظام ملا محمد شفیع الدین صاحب کے سپرد تہا ملا صاحب
موصوف نے ایک قرآن شریف کی تفسیر باستمداد ملا عنایت احمد صاحب
بنام زیب النسا تالیف کی اور اس خوبصورتی سے اس نسخہ کو تیار کیا
کہ اورنگ زیب کو بہت پسند آیا یہ نسخہ اب تک دولت ایران کے کتبخانہ
میں موجود ہے اس مد سے وہ ضرور کچہہ نہ کچہہ رقم بچا کر ہر سال سیکڑوں
حاجیوں کو اپنے پاس سے زاد راہ دیکر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بہیجتی تہی -
ہزار ہا یتیموں اور بیوہ عورات کی پرورش اوسکی طرف سے ہوتی تہی - یہہ
باغ جسکا ہم ذکر کرتے ہیں اوس نے اپنی کفایت شعاری سے
روپیہ بچا کر تیار کرایا ہے اسی باغ میں اسنے اپنی حین حیات میں ایک
مقبرہ تیار کرایا تہا جسمیں وہ دفن کی گئی اس باغ کا اب صرف شمالی کلاں
دروازہ موجود ہے جبکہ بادشاہ اور اوسکے خاندان کو رعایا پروری کا
خیال ہو تو عوام الناس کو کیوں نہوگا - یہہ امر مسلم الثبوت ہے کہ حکومت

کا اثر مخلوق پر پڑتا ہے جب وہ خود شاہ اورنگ زیب اور اوسکی ذی علم زیب النسا اور اُسکے خاندانی لوگ اسقدر داد و دہش دیکر مخلوق کو مالامال کرنے کی فکر میں اور اون کے حقوق کی پوری نگہداشت کرتے تھے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بھی ایک دوسرے کی ہمدردی جو آج ہم میں ڈھونڈھے سے بھی نہیں پائی جاتی اور جسکے نہونے سے غیر اقوام کے سامنے ہمیں ذلت اُٹھانی پڑتی ہے اس زمانہ میں ہر فرد بشر اور تمام رعایا کے اندر بھی اعلیٰ پیمانہ پر پائی جاتی تھیں انہیں وجوہات سے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ کی تہذیب علمی و اخلاقی بیشک اعلیٰ پیمانہ پر پہنچی ہوئی تھی جسکو اب مسلمانوں نے محض غفلت اور اپنی لاپرواہی سے گنوا دیا اور اوس زمانہ کی تہذیب کو اب موہوم سمجھتے ہیں اگر ہم ذرا بھی عقل سے کام لیں تو نیک و بد کی تمیز بخوبی کرلیں کھرے کھوٹے کا پہچان لینا کوئی مشکل کام نہیں اگر کسوٹی پاس ہے اب بھی اگر چاہیں تو ایک ہو سکتے ہیں۔

الغرض ہم جس باغ کا ذکر کر رہے ہیں نہایت عمدہ ہے اس باغ کی چار دیواری سنگین ہے اسکے چار دروازہ ہیں اسکا عالیشان محرابی مشرقی دروازہ کے چاروں گوشوں پر کانسہ کی برچھیاں ہیں دروازہ اسقدر بلند ہے کہ ہاتھی معہ عماری بخوبی گذر سکتا ہے دروازہ پر چار مینار نظر آتے ہیں دونوں طرف چوکیاں بنی ہیں اندرون دروازہ میں دو نشستیں دو منزلہ بنی ہوئی ہیں مینار ہشت پہلو مقطع ہے جسپر کانسہ کا کام ہو رہا ہے اندر کی عمارت پر بھی کانسہ کا کام نظر آتا ہے کلاں دروازہ کی متدیر سے قریب اپنے گنبد کے نیچے آیۃ الکرسی بخط جلی تحریر ہے اس باغ کی سڑکیں

پختہ ہیں حوض اور شہ نشین سنگین بنے ہوئے ہیں ایک سنگ مرمر کا مقبرہ
بھی جو زیب النسا نے بنوایا ہے نظر آرہا ہے اسپر طلائے خالص کا ایک
کلس نصب ہے دروازہ میں داخل ہوتے ہی شمال وجنوب میں ایک
خوبصورت مکان نظر آتا ہے جسکے دو درجے ہیں۔
حوض بھی موقع سے بنے ہوئے ہیں جس میں فوارے لگے ہیں اور
اسوقت چل رہے ہیں۔ ہماری ہیروین زیب النسا گلگشت چمن
کررہی ہے اوسکی نگاہوں میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھنچ چکا ہے
اور اب وہ اس باغ و منظر کو اور یہاں تک کہ دنیا ومافیہا کو ہیچ سمجھتی ہے
زیب النسا باغ کی سیر کرکے اُس مکان میں گئی جسکا ابھی ذکر کیا گیا تھا
اسکی رفیق میا بائی نے مکان کی کھڑکیاں کھولدیں اور زیب النسا کے
پاس بیٹھ گئی میا بائی سے زیب النسا نے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔
زیب النسا۔ اماں مجھے یہ باغ دیکھکر وہ دن یاد آگیا جسدن ہمنے اس
باغ کے اختتام کی خوشی میں جشن کیا تھا دنیا میں ہر چیز کی یاد رہجاتی ہے
میا بائی۔ ہاں شہزادی صاحبہ یہ سچ ہے شعر گوآپ سے اسدرجہ محبت
ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا آپ دہلی سے یہاں تشریف لائیں تو اکثر شعرا
بھی آگئے کہ مشاعروں میں شریک ہوں۔
زیب النسا۔ ہاں مجھے بھی شعرا سے کچھ اُنس ہے مگر زال دنیا کے مکرو
فریب اور اوسکی بے اعتنائیاں اب مجھے ان باتوں سے برداشتہ کررہی
ہیں اور تنہا زندگی بسر کرنے پر مجبور کررہی ہیں اگرچہ اُن بیچاروں کو
ناامیدی ہوگی تم یہ کہنا بہتر کہ جب تمہاری خوشی ہو مشاعرہ کردیں میں بھی
غزل بھیجونگی دنیا میں رہکر ہمنے خوب دیکھا ہے کہ جسقدر انسان یہاں

خوش ہوگا اوسیقدر اوسکے لئے تکالیف بھی موجود ہیں۔
میاں بائی۔ شہزادی صاحبہ یہ تو سچ ہے کہ دنیا کسی کی نہیں ہوئی جتنی بھی آرزوئیں یہاں رہ کر کوئی کرتا ہے وہ سب خاک میں مجاتی ہیں۔
زیب النسا۔ دنیا تو فانی ہے اسکا کیا اعتبار جو لوگ اس سے محبت کرتے ہیں آخیر میں بہت پچھتاتے ہیں اسلئے کہ یہاں ہر ایک کو فنا ہی موت کیوقت دنیا کی محبت اُس ہیبتناک شکل میں ظاہر ہوتی ہے ؎

اسکو ہرگز بقا ہے فرصت کہ یہ تماشہ ہے دو پہر کا
حیات فانی ہوئی جو پوری تو ہمنے جانا کہ خواب دیکھا

میاں بائی۔ دنیا کی بیوفائی تو مشہور ہے یہاں کسی کو خوشی میسر نہیں۔
زیب النسا۔ دنیا کا عجیب رنگ ہے اگر دو خوش ہیں تو ہزار غمگین کہیں تو خوشی ہے اور کہیں غم ؎

بہار ہے اور کہیں خزاں ہے عجب ہی نیرنگی جہاں ہے
کسیکو دیکھا خوشی سے ہنستے کسی کو خانہ خراب دیکھا

انسان چند روزہ زندگی پر کیا خوش ہے ہزاروں کے ارمان یہاں خاک میں مل چکے ہیں ہزاروں شاہان الوالعزم جن کے نام سے سب کانپتے تھے اس سرائے فانی سے مثل تند ہوا کے اڑ گئے۔ اور اون کا نام بھی باقی نہ رہا ؎

نہ مغرور ہو مملکت پر کبھی — نہیں مستقل یہ تو ہے عارضی
بہت تم سے بھی پیشتر ہو گئے — سلاطین عالم میں وہ تھے بڑے
حکومت زمیں پہ بہت انکی تھی — یہ اقبال شاہ و بہ قہر ہی
گرے تھے انسان سب نام سے — مگر ابتو وے ہیں وہ خاک کر

امارت حکومت نہ جاہ و قرار — نہ فوج و سپہ اور نہ خدمت گزار
وہ سر جس پر رکھتے تھے تاج شہی — وہ کھاتا ہے اب ٹھوکریں خلق کی
حسین رشک گلفام نازک بدن — جو تھے سیمتن اور غنچہ دہن
وہ رخسار جو رشک آئینہ تھے — وہ لب کہتی لعل بدخشاں جسے
سیہ چشم جنمیں تھا کیف شراب — وہ ابرو میں تھیں جو کہ تیغ پر آب
مگر قبر میں جا کر اب دیکھیے — نہ وہ خال و خط اور نہ وہ حسن ہے
ملیگی نہ مٹی بھی اون کو کہیں — بہت سوں کو یہ کھا گئی ہو زمیں
جو باقی ہیں جائینگے وہ بھی چلے — یونہی خاک میں وہ بھی مل جائینگے
یہ دنیا بری اسکا لالچ برا — ہے قاتل یہ عشاق کی پر دغا
فقط تھوڑیسی زندگی کیلئے — ہوں امیدیں کیا اور کیا حوصلے
جو اورنگ شاہی ملے بھی تو کیا — تو جائے گا دنیا سے ایکدن چلا
ہمیشہ تو دنیا میں رہنا نہیں — کہ آئیگی فرحت خزاں بالیقیں

جو عاقل ہو کافی ہے اپنا کلام
جو کچھ لکھ سکا لکھدیا والسلام

میا بائی۔ (رو کر) بیشک دنیا کسی کی نہوئی۔

زیب النسا۔ دنیا کی سب رنج و خوشیاں مرتے وقت خواب و خیال معلوم ہوتی ہیں اسلیئے بہتر یہی ہے کہ انسان دنیا میں کنج تنہائی اختیار کرے تاکہ مصائب دہر سے امین رہے اور اگر دنیا کی ضروریات کو جو ہر شخص کے لئے ضروری ہیں پورا کرے تو اپنی زندگی اسطرح گذارے جیسے کہ مرغابی پانی پر یعنی جبتک وہ پانی میں رہتی ہے تیرتی اور غوطہ لگاتی ہے مگر جب پرواز کرتی ہے تو اوسکا پر تک گیلا نہیں ہوتا۔

میابائی۔ شہزادی صاحبہ زمانہ کی بیوفائیاں مشہور ہیں کوئی کہاں تک
ان کا رونا روئے اسکے سب شاکی ہیں کوئی خوش نہیں۔

زیب النساء۔ افسوس کوئی اسکے دل سے پوچھے جسکے دل میں مختلف ارمانوں کا ہجوم ہو مختلف خیالات اسکے دل میں جاگزین ہوں وہ آنیوالی وقت کو خوشی کی نگاہ سے دیکھتا ہو اسکے دل میں ارمانوں کی لو لگی ہو مگر زمانہ کجرفتار کی ایک چال اوسکی تمام چالوں کے نقشوں کو پلٹ دے اور اسی چال میں اوسکو مات ہوجائے جو آیندہ زمانہ سے اپنے ارمانوں کی لو لگائے ہو اور اسکا تمام ہستی یکایک گل ہوجائے جو اپنے مختلف خیالات اور ارمانوں کا بیج بو رہا ہو جس سے گلہائے رنگا رنگ اور خوشبودار پیدا ہوتے اور ثمر اسکے پھولنے پھلنے کی امید ہو کر اسکا یکایک گلشن دل تاراج ہوجائے تو اسکا دل اس حالت میں کیا کہتا ہوگا۔ نہ مجال گفتن نہ یارائے طاقت۔ صرف ایک ہے جو اسکی سن سکتا ہے اور اسکی ردی حالت پر نظر ترحم کرسکتا ہے اسلئے شروع سے اس سے لو لگائے اسکی طرف آخر کار اسے رجوع ہونا ہے اور اسکی نظر رحمت کا امیدوار ہونا ہے کیونکہ بغیر اسکی مدد کے کوئی کام سر انجام نہیں پاتا۔ زیب النسا اور میابائی دیر تک اسیطرح زمانہ کی بیوفائی کا گلہ کرتی رہیں۔ ناظرین بیشک وہ مکار و پر دغا ہے خالق و مخلوق میں یہی فرق ڈالتی ہے اور انہیں اپنے مطلب سے کوسوں دور پھینکدیتی ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا میں رہ کر انسان جسقدر خواہشات اور ارمانوں کو بڑھائیگا وہ اسیقدر

بڑھیں گے یہاں تک کہ مرتے دم بھی اُسکا پیچھا نہ چھوڑینگے اُسکا کوئی وقت ایسا نہ گذریگا جسمیں وہ مختلف خیالات و امیدوں کا شکار نہوگا وہ اُسے اپنی بیکاری کا شغل سمجھکر اپنی خواہشات بڑہانے کی ابتدا ڈالیگا مگر رفتہ رفتہ یہ ابتدا اُس انتہا کو پہنچیگی کہ اُسکا ہر بن مو مختلف ارادوں اور نئے نئے ارمانوں میں اُلجھا ہوگا اور جب پیک اجل اُسکے بلانے کو آئیگا تو وہ شخص اپنے خیالوں اور ارمانوں کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا داغ مفارقت لیجائیگا مگر اُسکے خیالات اُسکا پیچھا نچھوڑیں گے اور اُسکے ہمراہ رہنے پر اصرار کریں گے مگر وہ اُس جگہ جائیگا جہاں اُس کا گذر ہوگا اون کی مہیب اور ڈراونی شکلیں اس آخری وقت میں سوہان روح ہونگی اس سے بہتر یہ ہے کہ انسان شروع سے اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑہائے جو بعد میں اُسکے لئے باعث تکلیف کا ہوں گوشۂ تنہائی اور یاد الٰہی اسکا بہت اچھا علاج ہے الغرض میا بالی نے کہا۔

میا بالی۔ (آہ سرد بھر کر) شہزادی صاحبہ عمارات و اولاد سے کوئی مدت تک دنیا میں نام باقی رہجاتا ہے ایک ہم ہیں کہ نہ اولاد زندہ رہی اور نہ کوئی عمارت چھوڑ کر مرینگے جس سے کچھ عرصہ تک نام باقی رہ سکے امیروں کا کچھ دن تو نام رہتا ہے کوئی تو اونکی نشانی عمارات و اولاد کو دیکھکر اُنہیں یاد کرتا ہے اور اونکی روح کو فاتحہ پڑہکر ثواب بخشتا ہے یہاں اگر مرجائیں تو کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔

زیب النسا۔ (آنکھوں میں آنسو بھر کر روتی ہوئی آواز میں) اماں تم اتنی دلگیر ہوتی ہو جسکا کوئی یار و مددگار نہیں اوس کا خدا مددگار ہوتا ہے جو رتبہ میں فوقیت رکھتے ہیں جو زر و مال پر فخر کرتے ہیں مگر یہ فخر اُنہیں نیچا دکھاتا

ہے اور غریب جسکے پاس مال و دولت نہیں اور نہ کوئی اون کا حامی ہے جو وقت خستہ ہو کر درگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں تو اجابت اوسکی دعا کے استقبال کو دوڑ کر آتی ہے تم نے سنا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

اگر تمہیں دنیا میں اپنا نام چھوڑنے کا خیال ہے تو میں نے یہ باغ و عمارت تمہیں دی مگر مجھے اجازت دو کہ اگر میں ہندوستان میں مروں تو یہیں دفن کیجاؤں کیونکہ میں یہ وصیت نامہ میں لکھ چکی ہوں۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ میں خود آپکی ہوں آپ یہ کیا فرماتی ہیں۔

بالآخر زیب النسا کے اصرار پر میا بائی نے وہ باغ و عمارت لیلی زیب النسا سے کاریگروں کو بلوا کر مشرقی دروازہ پر یہ قطعہ فوراً کندہ کرا دیا۔ قطعہ

بنا پذیر شد ایں باغ روضۂ رضواں کسے ندید چنیں بوستاں بسطح جہاں
بگشت مرحمت ایں باغ بر میا بائی زلطف صاحب زیبندہ بیگم دوراں

زیب النسا بعد میں دہلی چلی گئی۔

چودھواں باب

شفق بن کے گردوں پہ ہوتا ہے ظاہر
یہ کس کشتۂ بے گناہ کا لہو ہے

خزاں کا موسم صبح کا وقت ہے اشجار نے زال دنیا کے مکر و فریب سے تنگ آکر اپنی خرمی کے جامے اُتار پھینکے ہیں پیر فلک کا داؤں چل گیا ہے جس نے چمن کے ہزاروں چشم پوشوں کو بے برگ و بار کر دیا ہر سمت

مایوسی کے آثار نمایاں ہیں باغ بالکل ویران پڑے ہیں گلوں پر مردنی چھا گئی شجر یاس و غم کا نمونہ بنے ہوئے ہیں بلبل اپنے پر درد ترانوں میں دنیا کے مکر و فریب کا رونا رو رہی ہے سنبل دنیا کی بے ثباتی دیکھکر پریشان ہوئی جاتی ہے اور غم و درد کے لہجہ میں کوئی کوئی دل میں چبھ جانیوالی صدا سے کسی کو ہر سو گلشن میں ڈھونڈھ رہی ہے خزاں کے ہاتھوں بہت سے خاک میں مل چکے اور بہت سے جان سے بیزار ہو کر اپنی بے سرو سامانی پر آہستہ آہستہ آنسو رو رہی ہیں چمن میں مردنی چھا گئی درخت مکانات زمین یہ سب غم و الم میں زرد ہو گئے ہیں اسوقت ہمیں شہر دہلی کا ایک مکان کسی آیندہ مصیبت کی خبر دے رہا ہے اسکے در و دیوار سے حسرت ٹپک رہی ہے اور سیر کرنے والوں کی نگاہوں کے سامنے محبت کے انجام کا فوٹو کھینچ رہا ہے زرد دھوپ سے در و دیوار زرد ہیں جو کسی عاشق کا ساتھ دے رہے ہیں ایک مکان کے جانب شمال ایک مختصر بارہ دری ہے جس میں اسوقت عاقل خاں سابق ناظم لاہور بیٹھا ہے چار پانچ آدمی اور بھی بیٹھے ہیں عاقل خاں کے چہرہ سے بیقراری کے آثار نمایاں ہیں آخر کار وہ اسطرح گفتگو کرنے میں مشغول ہوا۔

عاقل خاں۔ بھائی علاءالدین اگرچہ میں بہت دیر سے تم سے گفتگو کر رہا ہوں مگر معلوم آج مجھے بےچینی کیوں ہے دل خود بخود اندر سے بیٹھا جاتا ہے طبیعت کو لاکھہ سمجھاتا ہوں مگر نہیں مانتی۔

علاءالدین خاں۔ میں بھائی آج طبیعت پر عجیب پریشانی ہے ایسا تو کبھی آجتک نہیں ہوا تھا۔

دوسرا شخص۔ بھائی فکر کی کوئی بات نہیں انسان کی طبیعت کبھی کیسی رہتی

ہے اور کبھی کیسی عموماً ہر شخص کی طبیعت مضمحل رہتی ہے

تیسرا شخص۔ میری طبیعت بھی دو تین روز سے مضمحل رہتی ہے معلوم ہوا کہ یہ موسم کا اثر ہے۔

عاقل خاں۔ (ایک شخص کیطرف دیکھکر) کہو بھائی آپ کا کیا معاملہ ہوا۔

چوتھا شخص۔ بھائی صاحب بادشاہ سلامت نے قصور معاف فرماکر منصب ہفت ہزاری مرحمت فرمایا ہے۔

عاقل خاں۔ بادشاہ بیشک رحمدل اور رعایا پرور ہیں

چوتھا شخص۔ میری رائے میں تو آپ ہی اپنے قصور کی معافی مانگ لیں مجھے تو یہ امید تھی کہ بادشاہ سلامت مجھے زندہ نچھوڑینگے مگر اُنھوں نے ایک لفظ غصہ کا نہ کہا اور نہایت شفقت سے پیش آئے جبتک میں دور رہا بادشاہ کا میرے دل میں خوف رہا مگر یہاں آکر اون کو اپنے خیالات کے برعکس پایا یہی وجہ ہے کہ لوگ دور سے سنی ہوئی باتوں پر اعتماد کرکے بادشاہ کو بُرا بتاتے ہیں یا اون کے خوف سے تھرّاتے ہیں شرف قدمبوسی حاصل کرکے اپنے خیالات پر خود ہی نفرین کرتے ہیں۔

عاقل خاں۔ بادشاہ کے خوش خلق عدل گستر رعایا پرور ہونے میں کچھ شک نہیں مگر مجھے اپنی زبان کا پاس ہے میں ایکدفعہ عرضی پیش کرچکا ہوں کہ میں نے آپ کا بہت نمک کھایا ہے اب معاف رکھا جاؤں اب اگر جاکر قدمبوسی حاصل کروں تو بادشاہ ضرور میرا قصور معاف کردینگے مگر مجھے اپنے قصور پر سخت ندامت ہوگی اور بادشاہ ملازمت کے لئے فرمائینگے تو مجھسے انکار بھی نہو سکے گا۔

پانچواں شخص۔ اسمیں شک نہیں کہ بادشاہ نہایت ہی خلیق ہیں اول تو

اونکو کسی پر غصہ نہیں آتا اور اگر آبھی گیا تو اُسکو مکہ شریف بھیدیتے ہیں اگر وہ مکہ شریف ہوکر آگیا۔ تو اُس کا قصور معاف ہوکر اپنے عہدہ پر وہ برقرار رہتا ہے چنانچہ مجھہ سے بھی ایسا ہی ہوا جب یہ سنا بنگالہ میں مجھے عتاب شاہی پہنچا تو میں خوف سے تھرا اُٹھا اور رہا کرنے کا ارادہ کیا مگر خیال کیا کہ اس سے نمک حرامی ثابت ہوتی ہے آخرکار میں خود ہی حضوری میں حاضر ہوا جہاں پناہ بجائے عتاب کے نرمی سے پیش آئے اور مکہ شریف جانے کا حکم صادر فرمایا میں مکہ چلا گیا دو سال رہکر میں واپس آیا تو وہی منصب پنجہزاری کا مجھے عنایت ہوا اس سے بادشاہ کی رحمدلی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے آپ ضرور دربار میں تشریف لیجاویں آپ نے قصور ہی کیا کیا ہے یہ محض آپ کی خام خیالی ہے۔

عاقل خاں ۔ سبحان اللہ کیا اچھی صلاح ہے ضرور دربار میں حاضر ہونگا۔

پانچواں شخص ۔ ضرور تشریف لیجائیے ملازمت کرنا یا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے بادشاہ کبھی اصرار نہ کرینگے اور نہ وہ تمہاری مرضی کے خلاف کرینگے۔

عاقل خاں ۔ بہتر ہے ضرور ایسا ہی کروں گا۔

اسکے بعد پانچوں آدمی چلے گئے اور عاقل خاں پلنگ پر لیٹ تو گیا مگر اُسے چین نہیں نصیب ہوا کبھی یہ شعر اُسکی زبان سے ادا ہوتا ہے ؎

بیوفائی کا گلا اے دل ناشاد نہ کر کون سنتا ہے عبث نالہ و فریاد نہ کر

کبھی خاموش ہوجاتا ہے اور بخت کی شکایت کرکے کہتا ہے ؎

سہر بزم فرحت بتلا مری جاں پہ ہے یہ نئی بلا
کہ جفا اُٹھاؤں ستم سہوں نہ فغاں کروں نہ بکا کروں

غرضکہ یوں ہی پلنگ پر بیٹھا آہ وزاری کر رہا تھا کسی کی یاد دل کو تڑپا رہی تھی

اُسے ذرا چین نہیں لینے دیتی تھی ؎

خیالِ یار و شوقِ وصل فرحت میرے دشمن ہیں
مجھے بیچین کرتے ہیں مجھے ترساے جاتے ہیں

اسوقت رنج و غم کی اُسپر چڑھائی ہو رہی ہے ؎

فرحت زار مجھے چھوڑکے جائیں یہہ کہاں
حسرت و غم ہیں ازل سے مرے دشمن دونوں

کبھی کہتا ہے ؎

جلوہ گر اس میں اگر وہ بت پُرفن ہو جائے
یہہ میرا ساحت دل وادیٔ ایمن ہو جائے

آہ اے مریضان ہجر بیشک تمہاری حالت قابل رحم ہے تم وہ مریض ہو جن کا علاج کرنا بھی کسی کے ہاتھ میں نہیں ؎

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

افسوس جو شخص تمہارا انصاف کرسکتا ہے اوس میں رحم و وفا کا ذرا نام نہیں رحم کرنا اسکا کام نہیں پہر تمہارا علاج کون کرے تمہارے معالج صبر و استقلال ہیں مگر آہ مریض عشق کا برا حال دیکھکر یہ بھی اوسکی رفاقت چھوڑنے پر آمادہ ہوجاتی ہیں اب تمہارا کون پرساں حال ہے ایک دل تہا سو اوسکو اول ہی کہو چکے اب بجائے اُسکے داغ رہ گیا ہے جو درد و غم بڑھانیوالا ہے اس حال زار کو دیکھکر تمہارے زخم جگر بھی ہنس رہے ہیں سچ ہے بُرے کا ساتھی کوئی نہیں مگر نہیں اے مریضان ہجر خیال یار تمہارا مونس و غمخوار ہے مگر افسوس خیال یار بھی تمہاری اس حالت کو دیکھکر کنارہ کش

ہوجاتا ہے خیر تم اُسکا دامن پکڑے رہو آہ وہ دامن چھڑا کر کوسوں دور جاتا ہے آخر کوئی بھی تمہارا ہمدم ہے افسوس تمہارا کوئی نہیں اے امید تو ہی کچھ رحم کر اور کسی کے ٹمٹماتے دیے کو اُکسا دے مگر امید بھی اسوقت پہلو تہی کر رہی ہے اور یاس و حسرت کی ہیبتناک شکل پیش ہو رہی ہے ؎

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے
صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے

مگر اے مریضان ہجر گھبراؤ نہیں تم پر جفائے دلربا نہیں ہے بلکہ یہ اُسکی عین عنایت ہے خوش نصیب لوگوں کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے ہر ایک کو نصیب نہیں ؎

عشق و غم و درد بوالہوس را نہ دہند | سوز و غم و پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار | این دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

الغرض عاشق بے حال بستر غم پر کروٹیں بدل رہا ہے اور کسی کی یاد میں اُسے ذرا چین نہیں کبھی وہ یہ شعر ورد زبان کرتا ہے ؎

ظلم کی خو تری قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی
جان دینی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

وہ بہت دیر تک لشکر بیچینی سے پامال رہا آخر کار اسطرح کہنے لگا اے دل صبر کر کیا گھبراہٹ ہے میری حالت ایسی کیوں ہو رہی ہے آجتک تو ایسا نہیں ہوا یہ گھبراہٹ نمعلوم آج کیوں ہو رہی ہے آفتاب اب نصف النہار پر پہنچ گیا ہے کسی کی بدقسمتی سے بعد میں آتیوالا عبرتناک تماشہ دیکھا جلد جلد قدم بڑھا رہا ہے اسکی موجودگی میں کسی ظلم کا پاش ہو

اورکسی سوختہ تن کے اپنے مونس و غمخوار یار پر قربان ہونے سے پہلے افق مغرب میں جا چھپے تاکہ کسی کے ارمانوں کے خون کو رنگ شفق سے ظاہر کرے اور کسی کے جلے ہوئے تن بدن کے ساتھہ ہمدردی کا اظہار کرنیکے لئے شب سیہ پوش عروس دنیا پر مسلط کردے ؎

بلبل سے کہدو کوئی چہکے نہ اب چمن میں
صیاد آج ہر سو پہندے لگا رہا ہے

اسوقت ٹہیک دوپہر کا وقت ہے کسی عاشق بے نصیب کے دل کی مانند ہر سمت سناٹا ہو رہا ہے اور جو اکا دکا آدمی بازار میں چلتے دکہائی دیتے ہیں تو وہ مثل ان خیالات کے ہیں جو عاشق کے دل میں کبہی کبہی تماشہ دیکہنے آجاتے ہیں مگر ساتھہ ہی وحشتناک سین دیکہکر اور اس سموم یاس و حسرت کے تند و تیز جہونکے سے پراگندہ ہو کر جلد جلد قدم بڑہا رہے ہیں تاکہ اس دہوپ کی طپش خزاں کے سین اور باد صرصر سے بچکر اپنے اپنے گہروں میں باطمینان پہنچ جائیں۔ یکایک ایک شخص اوسی مکان میں داخل ہوا جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اور عاقل خاں کو دیکہکر اُس نے سلام کیا۔

نووارد۔ نوابصاحب اسوقت زیب النسا بیگم باغ ہی میں ہیں یہہ اچہا موقع ہے اگر آپ چلنا چاہیں تو چلیں۔

عاقل خاں۔ بادشاہ سلامت کہاں ہیں۔

نووارد۔ بارہ دری میں تشریف رکہتے ہیں بسبب سورج کی طپش کے وہ باغ میں تشریف نہیں لا سکتے۔

عاقل خاں۔ مگر میرے جانیسے شہزادی صاحبہ ناراض تو نہوں گی۔

نووارد۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں کبھی ایسا ہوا ہے جو آج ہی ہوگا اور آج تو میں باغ کے اندر ہی کردونگا پہرہ پر اسوقت میں ہی ہوں۔

عاقل خاں۔ اچھا چلو (کچھ دیر ٹھہر کر) مگر آج کیا سبب ہے جو میری طبیعت پر پریشانی ہے یکسوئی نہیں۔

نووارد۔ اب ان خیالات بیجا کو دل میں نہ لائیے اگر چلنا ہے تو چلئے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

عاقل خاں۔ ہاں چلتا ہوں مگر خدا خیر کرے آج طبیعت کا رنگ کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔

نووارد۔ تو کیا جانے کا ارادہ نہیں ہے میں نے تو بہ نظر خیرخواہی آپ کو اطلاع دی ہے۔

عاقل خاں۔ نہیں میں چلتا ہوں اور مصیبت بھی آئیگی تو برداشت کروں گا جب انسان کسی چیز کے حاصل کرنے کی فکر کرے تو راہ میں جو دشواریاں پیش آئیں اون کو بھی برداشت کرے تکالیف سے بچکر قدم پیچھے ہٹانا کام مردوں کا نہیں۔ اچھا بھائی چلو۔

یہ کہکر عاقل خاں اُسکے ساتھ روانہ ہوا یہ مکان ان دونوں کی پشت پر رہا اور جانب شمال روانہ ہوئے۔ ان دونوں کو ہم یہاں چھوڑکر یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری ہیروین کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے اسوقت ہمیں ایک باغ نظر آتا ہے جس میں خزاں کا اثر پورا پورا ہو چکا ہے اشجار چاک گریباں ہو چکے درودیوار سے حسرت ٹپک رہی ہے۔ چند تختوں پر کچھ پھول کھلے ہیں مگر اون پر بھی مُردنی کے آثار نمایاں ہیں باغ میں روشوں پر شامیانوں کا سایہ کر دیا گیا ہے ایک روش

پر ایک حسین مہ لقا جسکے جوبن نے یہ شکل چھبیس بہاریں دیکھی ہونگی چند سہیلیوں کے ہمراہ ٹہل رہی ہے کپڑے سفید ہیں شل ہوئے وحشی کے اُسے ایک جا قرار نہیں مختلف روشوں پر حوضوں کی سیر کر رہی ہے یہ شہزادی زیب النسا بیگم ہے یکایک وہ ایک سہیلی سے مخاطب ہوئی اور اسطرح کلام کیا۔

زیب النسا۔ شبو۔ کیا سبب ہے جو آج میرے دل پر وحشت سے دل بیٹھا جاتا ہے لاکھ ڈھارس بندھاتی ہوں دل نہیں مانتا اپنے کمرہ میں بیٹھی تھی وہاں دل گھبرایا تو باغ میں آئی مجھے خیال تھا کہ طبیعت یہاں بہلجائیگی مگر یہاں تو اور زیادہ گھبراہٹ ہوئی جاتی ہے۔

ایک سہیلی۔ شہزادی صاحبہ آجکل موسم اچھا نہیں ہے اس لیئے آپ کی طبیعت گھبراتی ہے۔

زیب النسا۔ موسم کیا آج ہی اچھا نہیں اسکے پہلے تو کبھی طبیعت خراب نہ تھی یہ تو کچھ آج ہی طبیعت کو گھبراہٹ ہے۔

ایک سہیلی۔ شہزادی صاحبہ باغ کی سیر کرو حوض کے پاس جاکر فواروں کا تماشہ دیکھو یوں ہی دل بہلاؤ آپ کی گھبراہٹ کم ہوجائیگی۔

زیب النسا۔ سب کچھ کیا مگر طبیعت پر پریشانی زیادہ ہوئی اب میں کمرہ میں جاکر لیٹ جاؤں مگر۔۔۔ (سامنے دیکھکر) یہ کون آرہا ہے۔

ایک سہیلی۔ (غور سے دیکھکر) یہ تو نواب عاقل خاں ہیں۔

زیب النسا۔ (کچھ توقف کرکے نواب عاقل خاں سے مخاطب ہوکر) تمھیں یہاں کس نے آنے دیا۔

عاقل خاں۔ میرے بخت رسا نے۔

زیب النسا۔ تم یہاں کیوں آگئے اگر جہاں پناہ تک خبر ہو گئی تو تمہارا جو ہو سو ہو میری بڑی خرابی ہو گی۔

عاقل خاں۔ شہزادی صاحبہ آپ کا فرمانا بیشک درست ہے مجھ سے آپ سے صرف انس ہے اور میں آپ کا کلام سننے کا بہت مشتاق ہوں اسکے سوا میری کوئی خواہش نہیں انسان اپنے دل سے مجبور ہے یہی کشش ہے جو مجھے یہاں کھینچ لائی ہے میں دہلی میں صرف آپ کا کلام سننے اور کبھی آپ کے پاس آجانے کے سبب سے ٹھہرا ہوں تھوڑی دیر تک زیب النسا شعر و شاعری کا چرچا کرتی رہی کہ اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا دونوں نے وضو کر کے نماز ظہر ادا کی۔ جبتک یہ نماز ظہر ادا کریں ہم ناظرین کو دہلی کے قلعہ کی سیر کرائیں ایک کمرہ میں جو معمولی طور پر نظر آتا ہے بادشاہ اورنگ زیب بیٹھے نماز و روزہ میں مصروف ہیں چاروں طرف فوجی پہرے لگے ہیں۔ یکایک کسی نے آکر عرض کی۔

نو وارد۔ حضور ابھی خبر آئی ہے کہ نواب عاقل خاں اور شہزادی صاحبہ زیب النسا بیگم باغ میں ہیں۔

اورنگ زیب۔ اچھا حکم دو کہ ایک دستہ فوج کا جاکر باغ کا محاصرہ کرے اس طرح پر کہ پرندہ بھی باہر نہ نکل سکے جب باغ کا محاصرہ ہو جائے تو مجھکو اطلاع دیجائے نو وارد یہ کہکر باہر گیا اور ایک دستہ فوج کا باغ کیجانب روانہ کیا جسنے جاکر پورے طور سے محاصرہ کیا جب اسکی خبر بادشاہ کو پہنچی تو وہ خود بھی باغ کیجانب روانہ ہوا اب ہم اورنگ زیب کو باغ میں جانے دیکھکر یہ دیکھتے ہیں کہ عاقل خاں اور ہماری ہیروین کیا کر رہے ہیں وہ دونوں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک سہیلی بھاگی ہوئی آئی اور

وہ اسقدر ہانپ رہی تہی کہ اُس سے بات بہی نہ کیجاتی تہی صرف شہزادی صاحبہ دیکھکر چپ ہو رہی مگر زیب النسا کی تاکید کرنے پر اُسنے بدقت تمام کہا۔

وہی سہیلی۔ بادشاہ صاحب کو نوابصاحب کے یہاں آنے کی خبر ہو گئی اُنہوں نے ایک فوج باغ کے محاصرہ کو بہیجی ہے جو چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہے اور بادشاہ بہی آرہے ہیں راستہ میں ہیں آپکو خبر کرنے کے لئے بہاگی۔

زیب النسا۔ دیکہو میں نے پہلے ہی کہا تہا اب کیا ہو گا۔

عاقل خاں۔ (سہمی ہوئی آواز میں) مجہے کہیں چہپاؤ۔

زیب النسا۔ (حواس باختہ ہو کر) کہاں چہپاؤں یہ سامنے دیگ رکہی ہے اسمیں چہپ جاؤ اوپر سے سرپوش ڈہکوائے دیتی ہوں۔

دنیا میں جان بہی کیا پیاری چیز ہے اسکے بچانیکی خاطر اکثر انسان ناجائز اور غیر ضروری حفاظت بہی کر لیتا ہے اور ایسی ترکیب کرتا ہے جسکی وجہ سے وہ بعد میں شرمندہ ہوتا ہے مگر مصیبت یا خطرے کے وقت اچہے برے کی تمیز نہیں کرتا جب جان کا خطرہ ہوتا ہے تو انسان اندہا ہو جاتا ہے عاقل خاں دیگ میں چہپا ہی تہا کہ اورنگ زیب باغ میں داخل ہوا شہزادی صاحبہ اُنہیں دیکہکر اور بہی ڈر گئی اور دعا مانگی کہ الٰہی اگر ہماری محبت سچی اور پاک ہے تو تو ہمیں بچا لینا جو شخص کہ عام خیالات مروجہ آئین مذہب یا والدین کے حکم کے خلاف کوئی کام پوشیدہ طور پر کر رہا ہو اور کوئی با اثر آدمی اُسکو اس حالت میں دیکہہ لے تو وہ کرنیوالا خواہ غلطی پر نہو مگر جو خوف اوسکو اپنا راز افشا ہونے سے ہو گا وہ ہمارے احاطۂ امکان سے باہر ہے بادشاہ کبہی اس روش پر جاتا ہے اور کبہی اوس پر کبہی حوض کیطرف چلا جاتا ہے اسکو اسوقت عاقل خاں

کی تلاش ہے وہ اپنی بیٹی کی کارروائیوں پر سخت برہم ہوکر آیا ہے۔
ناظرین کو واضح رہے کہ اگرچہ زیب النسا کی محبت پاک اور بے لاگ
تھی مگر بادشاہ اورنگ زیب کا بسبب باپ ہونیکے فرض تھا کہ اپنی جوان
بیٹی کو ایک غیر مرد سے گفتگو کرتے دیکھکر یا اون کی محبت کا حال سنکر
باوجود چند بار منع کر دینے کے محبت یا اُنس بڑہتے ہوئے دیکھے تو عام
اس سے کہ وہ محبت جائز ہو یا نہو وہ آیندہ نتیجہ سے ڈر کر اسکا پورا پورا
تدارک کرے اسلیئے ہم اس موقع پر نہ زیب النسا کے چال چلن پر دہبہ
لگا سکتے ہیں کیونکہ اسکو عاقل خاں سے اُنس ہم مذاقی تہا اور ان دونوں
میں صرف اسیقدر محبت تھی کہ جتنی ایک عالم کو عالم سے یا شاعر کو شاعر سے
ہونی چاہیئے قابل شک وشبہ صرف اتنی بات تھی کہ زیب النسا عورت تھی
اور عاقل خاں نامحرم مرد۔ مگر یہ شک صرف اُنہیں لوگوں تک محدود تہا جو کہ
کُل حقیقت سے ناواقف تھے اور نہ ہم اورنگ زیب کی اس کارروائی
کو برا کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ عاقل خاں کا قصہ سنتا تہا۔ اگر خاموش رہتا
تو احکام شرع محمدی میں فرق ہوتا اور اوسمیں اپنے ننگ وناموس کی بہی
پوری طرح بربادی تھی اورنگ زیب نے باغ کا پتّا پتّا چھان لیا مگر مطلوب کا
کہیں پتہ نہ چلا آخر کار اُس نے ایک سہیلی سے جو کسیقدر فاصلہ پر کہڑی تہی کہا
اورنگ زیب۔ چمن آرا مجھے بتادے کہ عاقل خاں کہاں ہے تیری اسی
میں خیر ہے ورنہ ابہی تیرے قتل کا حکم دیتا ہوں۔
چمن آرا۔ (ڈر کر کانپتی ہوئی آواز میں) جہاں پناہ مجھے یہاں آئے ہوئے
تہوڑی دیر ہوئی مجھے اصلا خبر نہیں کہ عاقل خاں کب آئے اور کہاں ہیں
اورنگ زیب (چار پانچ سہیلیوں کو اور بلا کر) سچ بتاؤ عاقل خاں کہاں ہے

اگر تم نے بتادیا تو تم کو مالامال کردونگا ورنہ تمہیں قتل کرادونگا۔
عورتیں کمزور طبیعت کی مالک ہوتی ہیں ایک سہیلی نے کہا۔
ایک سہیلی۔ (کچھ ڈر کر) جہاں پناہ اس دیگ میں ہیں۔
یہ سنکر اورنگ زیب نے دیگ کے پاس جاکر زیب النسا کو بلوایا اسوقت عصر کا وقت ہوگیا آفتاب سے کسی کا درد و غم نہ دیکھا گیا اسلئے خود ہی مائل بہ زردی ہوگیا جس سین سے بچنے کیلئے وہ جلد جلد افق مغرب کیطرف منہ بڑھا رہا تھا وہ ایک اسی کے سامنے شروع ہوگیا جسکو دیکھکر اُس کے منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں جب زیب النسا آئی تو اُس سے اورنگ زیب نے پوچھا۔
اورنگ زیب۔ اس دیگ میں کیا رکھا ہے۔
زیب النسا۔ (سہم کر) جہاں پناہ پانی گرم کرنیکو رکھا ہے
اورنگ زیب۔ پانی ابتک کیوں نہ گرم کیا گیا۔
زیب النسا۔ جہاں پناہ ابھی تیار ہوا جاتا ہے۔
اورنگ زیب۔ اچھا ابھی اسکے نیچے آگ جلادو۔
زیب النسا۔ دم بخود۔
مگر حکم حاکم مرگ مفاجات۔
اورنگ زیب۔ (کچھ دیر خاموش رہکر) زیب النسا ابھی مینے کیا کہا تھا تم نے سنا نہیں اس دیگ کے نیچے آگ جلوادو تاکہ پانی جلد گرم ہو جائے زیب النسا ساکت ہوگئی اپنے دوست کی اسقدر ظلم سے جان لینا بھی نہیں چاہتی تھی اور باپ کے حکم سے سرتابی بھی نہیں کرتی تھی آخر کار اُس نے دل میں خیال کیا کہ جہاں پناہ بغیر اس بدقسمت کی جان

سے لئے نہ ٹلیں گے آخرکار آگ جلوادی اور خود دیگ کے پاس آکر دبی ہوئی آواز میں اسطرح کہنے لگی ؎

دم باش مثال کلہ باری

یعنی اے عاقل خاں اگر تجھکو مجھسے سچی اور پاک محبت ہے تو میرے ننگ و ناموس کی خاطر جان دینے میں اسوقت کوتاہی نہ کرنا اور بکری کی سری کی مانند جو گلجاتی ہے اور آواز تک نہیں نکالتی تو بھی جان کو دیدینا مگر آواز نہ نکالنا دنیا میں یہ عام قاعدہ ہے کہ جس چیز کی انسان کو لو لگی ہوتی ہے یا جسکی محبت ہوتی ہے وہ اخیر دم تک قایم رہتی ہے زیب النسا یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح جہاں پناہ چلے جائیں تو میں انیم بسمل ہی نکال لوں اور اسیوجہ سے آنچ آہستہ آہستہ جلاتی تھی مگر جبتک دیگ کے نیچے دو ڈھائی من لکڑی نہ جل چکیں اورنگ زیب وہیں بیٹھا رہا اور کسی کی خاموشی اور استقلال کیساتھ جان دینے کا تماشہ دیکھتا رہا بعد میں اورنگ زیب چلا گیا تو زیب النسا سے ضبط نہو سکا اوسکا دل بھر آیا اور اپنے بخت اور عاقل خاں کی مصیبت پر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی سہیلیوں نے بہت سمجھایا مگر اُسنے کہا۔

زیب النسا۔ (رندھی ہوئی آواز میں) تم سب مطلب کی آشنا ہو [illegible] دیکھہ لیا اب تم مجھسے دور رہا کرو خود مطلب لوگوں سے میرا کام کیا

سہیلیاں۔ نہیں شہزادی صاحبہ ہم نے کچھہ نہیں کہا۔

زیب النسا۔ ہاں ہاں تم سب پارسا ہو صرف میں ہی بدبخت ہوں ؎

بُری اپنی قسمت سب اچھے جہاں میں
شکایت کسی کی نہ شکوہ کسی کا

آخرکار بہت دیر تک اپنے بخت بد پر افسوس کرتی رہی ؎

شکوہ از بیگانگان و آشنایاں چوں کنم　　مخیا روز ازل بخت زبونم دادہ اند

اے محبت و عشق تو نے بہت سے گھروں کو تباہ کر دیا ہے بہتیر ونکو خانماں بتایا ہے اے عشق تیرے ہاتھوں باغوں میں گل گریبان چاک ہیں بلبل اپنی قسمت کو رو رہی ہے سنبل اپنی زلف پریشان کئے کھڑی ہے سرو شمشاد دنیا سے دامن کشاں قمری نالہ کناں ہیں الغرض تیرا جسپر ذرا بھی وار چلا تو نے اُسے غارت کیا اے عشق تو وہی ہے جس نے فرہاد کو محبت کی کنوئیں جھکائے پتھروں سے سر ٹکرا نیکو اُسے پہاڑوں میں چھوڑا اور بعد میں تیشہ مکر و فریب کا اسیر چلایا شیریں کو ایکدم چین نہ لینے دیا اور آخر کار عزت و حرمت خاک میں ملا کر پھٹی کا کفن اُسکے اوڑھنے کو دیا اے عشق تیرا کاٹ تلوار سے زیادہ تیز ہی تلوار بالکل فیصلہ کر دیتی ہے مگر تو وہ ظالم ہے کہ پیاسے کو ایک بوند پانی کی نہیں دیتا اے عشق زمانہ تیرے ہاتھوں پریشان ہے اے عشق تیری سبب سب نالاں ہیں افسوس عاشق خستہ تن پر تو وہ ظلم و ستم کرتا ہے جنکے بیان کرنے سے دوات کی آنکھ خون کے آنسو روتی ہے اور قلم کا سینہ فگار رہتا ہے افسوس کوئی کسی کے دیدار کی خاطر اپنا خانماں اور اپنا ننگ و ناموس برباد کر کے آتا ہے اور قبل اسکے کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو تو آتش ظلم و غضب سے اُسکا تن بدن جلا کر خاک سیاہ کر دیتا ہے اے عشق تو وہ آشنا کش ہے کہ دوستوں کو سبز باغ دکھا کر آتش غم سے جلا دیتا ہے اے عشق تو دل جلے عاشق کو اپنی آگ سے جلا دیتا ہے اور آواز تک نکلنے نہیں دیتا الغرض تو نے ہی تمام دنیا کو درہم و برہم کر دیا ہے تیری ادنیٰ فتنہ پردازی سے ہزاروں کا خون ہو جاتا ہے زمانہ تیرے ہاتھوں نالاں ہے ناظرین زمانہ میں ہر شخص محبت کا دم بھرتا ہے اور خود کو عاشق کہتا ہے مگر عاشق صادق

کا ملنا بہت دشوار ہے ؎

وہ جھوٹا عشق ہے جس میں فغاں ہو　　وہ کچی آگ ہے جس میں دہواں ہو

عاقل خاں بیشک محبت میں صادق تہا مگر جو محبت میں زیادہ صادق ہوگا اُسکے لیئے اُسیقدر سختیاں موجود ہیں واہ پاکباز محبت مرحبا اے جانباز جلکر خاک ہوگیا مگر آہ تک نہ کی افسوس اُسکے دل میں کیا کیا خیالات ہونگے اُسکے پاس کن کن ارمانوں کا ذخیرہ ہوگا جو یک بیک محبت کے ہاتھوں برباد ہوگیا اُسکے خرمن امید پر برق ستم گر پڑی اُس نے نہایت استقلال مگر حسرت سے دنیا کو الوداع کہا ہمارے آگ کی چنگاری لگ جاتی ہے تو گھنٹوں بہو نکتے اور درد سے چلاتے ہیں اُس بیچارہ کا تمام بدن اُس دیگ میں جل بھن کر کوئلہ ہوگیا مگر اُسنے آہ بھی نہ کی شاباش اے جانباز شاباش یہ خیال نکرنا نہ اکیلا تو ہی جلکر خاک ہوگیا نہیں بلکہ تیرے دوست کے دلپر بھی جسکی خاطر تو نے یہ مصیبت [illegible] داغ لگ گیا مگر اُس بیچارہ کو کیا خبر کہ اُسکے غم میں کوئی نالاں ہے یا خندا[ں] وہ زمانہ کی فکروں سے محبت کی بدولت آزاد ہوچکا ہے اُسکو ہر فانی سے بادفنا اُڑالیگئی اُسکی روح رواں کا قافلہ کوچ کرچکا صرف آتش کارواں یا چند جلی ہوئی ہڈیاں باقی ہیں جو زمانہ کے رنج وغم سے بالکل بیخبر ہیں۔ آہ اس سے ہمیں دنیا کی بے ثباتی کا پورا پتہ ملتا ہے دنیا میں رہکر انسان کیسے خیالی پلاؤ پکاتا ہے کبھی اپنے خیال میں ایک خیالی جنگ میں غالب ہوتا ہے کبھی ایک ملک کو فتح کرتا ہے کبھی اپنی بہبودی و فلاحیت پر نظر کرتا ہے کبھی خود کو سب سے بہتر جانتا ہی الغرض مختلف خیالات کا شکار ہو جاتا ہی مگر پلنگ اجل جو ہر وقت اُسکی تاک میں ہے اُس پر حملہ آور ہوتا ہے تو اُسکے پنجوں سے نکل جانا

غیر ممکن ہے اسوقت روح رواں اُس قفس عنصری کو ان ارمانوں خیالوں اور وسواس پر نہایت حسرت سے نظر کرتی ہوئی چھوڑتی ہے یہ دنیا وہ سبز باغ ہے جو ظاہر میں ہمیں ترو تازگی کا نمونہ ہے دل بیساختہ اسکی طرف کھچا جاتا ہے مگر آہ ہم قریب جاکر دیکھتے ہیں کہ یہ ہوا [illegible] سبز باغ باغ نہیں یہ صرف ایلہ فریبا [illegible] ہر شخص [illegible] ہوتا اس باغ میں تماشہ [illegible] کی سیر کرنے پاتے ہیں کہ دام [illegible] کر رہ جاتے ہیں اور نہایت غم والم اور حسرت و یاس سے اس باغ کو دیکھتے ہیں اور خیر باد کہہ جاتے ہیں اسلئے بہتر ترکیب اس سے کنارہ کشی اور اُسکی ایلہ فریبیوں میں نہ پھنسانا ہے تاکہ انسان حزن وملال کا شکار نہ ہو اور اُسکی کشتی حیات دنیا کے متلاطم سمندر میں طوفان اور باد مخالف سے بچ کر سلامتی کے ساتھ کنارہ عافیت پر جا پہنچے دنیا سے دور رہنا ہی ایسا کیمیا ہے جو مس خام کو بھی کندن بنا کر چمکا دیتی ہے ؎

اپنا جسے سمجھے ہیں وہ بیگانہ ہے　　گلزار جسے کہتے ہیں ویرانہ ہے
دنیا پہ بھروسہ ہے جسے اے فرحت　　نادان ہے بے عقل ہے دیوانہ ہے

ان ظاہر مطلب کے یار دوستوں میں پھنسکر مطلب حقیقی کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں ؎

دوست اپنا نہیں ہے کوئی یہاں　　اپنے مطلب کا ہے یہ سارا جہاں
ہے یہ فرحت ضرور دار محن　　ہم نے پائی نہ اس جگہ بھی اماں

اسلئے ذرا ہوشیاری سے اپنی زندگی بسر کریں ؎

ہو عالم کہ فاضل اُسے ہے نوید　　کہ دنیا کے فقروں کا ہو وہ نہ صید
سے چلے اُسپہ ہر اک کے ہیں مکر و کید　　نوشتہ بماند سیہ بر سفید

نویسندہ را نیست فردا امید

الغرض تھوڑی دیر تک زیب النسا دیگ کو غم و اندوہ رنج و الم یاس و حسرت اور استعجاب کی نگاہ سے دیکھتی رہی مگر مجبور تھی کچھہ نہ کر سکتی تھی یکایک اُسکی رفیق میا بائی آئی اور کہا۔

میا بائی۔ (زیب النسا کو روتے دیکھکر تعجب کے لہجہ میں) شہزادی کیا ہوا یہ کیا معاملہ ہے عاقل خاں کہاں ہے۔

زیب النسا۔ (گھٹی ہوئی آواز میں) اماں کچھہ نہ پوچھو اس دیگ کو دیکھو اسمیں مظلوم عاقل خاں ہے یہی اسکی قبر ہے اسی میں اُسکی روح دفن ہے یہ کہکر پھر رونے لگی۔

میا بائی۔ میں بھی آپ سے یہ کہنے آئی تھی جب باغ میں آپ تشریف لائیں تو ایک جاسوس نے عاقل خاں کو باغ میں لاکر داخل کیا اور خود بادشاہ کو جاکر خبر کی (دیگ کو دیکھکر) افسوس عاقل خاں جلا دیا گیا۔ سچ ہے یہ کیا ہوا اے حاسدو تم سے خدا سمجھے زیب النسا خاموش تھی اُسکو انتہا درجہ کا رنج والم تھا ایک ہم مذاق شخص کے ہمیشہ کے جدا ہوجانے سے جو صدمہ ہوا اُس کا ناظرین خود ہی اندازہ کرسکتے ہیں آخرکار اُسنے کہا۔

زیب النسا۔ اماں مجھے ڈر ہے کہ زمانہ کی مخالف ہوا اس بیچارہ کی سوختہ ہڈیوں کو بھی نہ پامال کردے اور اُسکی مٹی برباد کرے۔

زیب النسا اور میا بائی دیر تک اُسی جگہ خاموش بیٹھی ہوئی عاقل خاں کی خیالی تصویر کو نہایت حسرت و ناامیدی کی للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی رہیں یہ سین دیکھکر آفتاب کا دل بھی ڈوب گیا اور وہ عروس دنیا سے رخصت ہوا جسکے غم نے کچھہ عرصہ پہلے اپنا بناؤ سنگار کر رکھا تھا داغ جدائی اُٹھاکر سوگ

میں سیاہ لباس زیب تن کیا چونکہ مغرب کا وقت ختم ہونیوالا تھا اسلئے زیب النسا اور میاںبائی نماز مغرب ادا کرنے کیواسطے وہاں سے چلی آئیں۔

پندرھواں باب

حق بہ مجنون است ترکِ کوئے لیلی اسیکند
عشق چوں غالب بود مسکن بپایاں میشود

ابھی تک موسم خزاں ہے اشجار جو کسی کے ارمانوں کا خون ہوتے دیکھکر جامہ دری کر چکے ہیں ابھی تک بے برگ ونوا ہیں باد مخالف کی ہرسو دہائی پھر رہی ہے کہ گلشن ہستی میں کسی کو خوشی و خرمی نہو فلک کجرفتار کی تاکید ہے کہ کوئی شخص چین و اطمینان سے نہ بیٹھے زمانہ کی ہوا اشارہ سے کہہ رہی ہے کہ مسرت و فرخ دلی کے آثار کسی کے چہرہ سے نمایاں نہوں گلشن خزاں کے ہاتھوں تاراج ہو چکے ہیں بازاروں میں دھول اڑ رہی ہے الغرض زمانہ یون ہی اپنی نیرنگیاں دکھاکر ہمیں عبرت کا سبق دے رہا ہے کسی کی قبر پہ بجائے اسکے چراغ جلائے جائیں فاتحہ خوانی کا جمگھٹ ہو اُسکے ویران شدہ دل کی مانند اُسپر بھی خاک اُڑ رہی ہے قبر پہ یاس وحسرت آنسو بہا رہی ہے اور ارمان اُسکو ارمانوں کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں الغرض اسی شعر کا مصداق ہے ؎

جو غم میں نہ مرتے تو مدفن پہ اپنے
گھٹا یاس وحسرت کی آئی نہوتی

کوئی کسی کے باعث گریبان چاک ہے کوئی قید الم میں مبتلا ہے صبح کا وقت ہے ۹ کا عمل ہے ناظرین کو ہم اسوقت قلعہ سلیم گڈھ کی سیر کراتے ہیں اسکے گرد فوجی پہرے لگے ہیں اس قلعہ کے اندر سنگین عمارتیں بنی ہیں اور اکثر مقاما

ہیں خوبصورت مگر مختصر باغات ہیں انہیں عمارتوں میں ایک کمرہ نظر آتا ہے
جسمیں ایک حسین مہجبیت بیٹھی ہے شکل نہایت خوبصورت ہے مگر اسوقت
اسکے چہرہ سے رنج وغم کے آثار نمایاں ہیں جسکی وجہ سے اسکا گلابی چہرہ پژمردہ
ہے سفید دوپٹہ زیب تن ہے وہ نہایت حسرت ومایوسی کی نگاہ سے در و
دیوار پر نظر کر رہی ہے اسکا نرم و نازک دل رنج کیوجہ سے پژمردہ ہو رہا ہے
کبھی کھڑی ہو کر ٹہلتی ہے اور کبھی لیٹ جاتی ہے ایسی بیچینی ہے ناظرین یہ
ہماری ہیروین زیب النسا ہے جسکو بادشاہ اورنگ زیب نے بطور
سزا دہی کے قلعہ سلیم گڑھ میں قید کر رکھا ہے ہماری ہیروین کو کچھ تو عاقل خاں
کے مرنے کا غم ہے اور کچھ قید ہونیکا یہی وجہ ہے کہ وہ اسوقت غمگین ہے
لیٹے لیٹے یکایک وہ اسطرح کہنے لگتی ہے مجھپر کسقدر ظلم کیا گیا ہے مگر نہیں
جہاں پناہ کا اسمیں قصور نہیں یہ سب حاسدوں کی فتنہ پردازیاں ہیں۔
جنہوں نے دھوکا دیکر عاقل خاں کو بلوایا جہاں پناہ کو مجھ سے ناراض کرایا
اور مجھے قید الم میں لا پھنسایا بیشک جہاں پناہ میرے والد ہیں اور بہ حیثیت
والد ہونیکے ان کا فرض ہے کہ مجھے برائی سے روکیں جبکہ کانوں تک
عاقل خاں کے آنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اسکا یقین کیا مگر احتیاطاً مجھے
تاکید کی کہ اس قسم کے تعلق سے باز رہوں اور شادی کرنے پر مجھے مجبور کیا
جب عاقل خاں ملازمت لاہور کی ترک کرکے دہلی چلا آیا جب ہی حاسد لوگ
داؤ پیچ کرتے ہی رہے اور جہاں پناہ سے ہر ایک بات لگاتے ہی رہے اور
عاقل خاں نے سوائے چند بار کے پاس آکر کبھی گفتگو نہ کی مجھے اُس سے
صرف انس ہم مذاقی تھا ہم دونوں کبھی شعر وشاعری کے ذریعہ سے اپنا
دل بہلایا کرتے تھے مگر حاسدوں کو یہ ہی برا معلوم ہوا اور جہاں پناہ سے

اوسکو برعکس ظاہر کیا جہاں پناہ کو اسکا یقین نہ آیا کیونکہ بڑے مدبّر فہیم ذکی بادشاہ ہیں مگر اوس روز انہوں نے عاقل خاں کو خود دیکھہ لیا اسلئے اُنہوں نے تمام باتوں کا یقین کرلیا اسمیں اون کا کوئی قصور نہیں اور مجھے یہاں قید کیا یہ بھی اُنہوں نے اچھا کیا یہ اُن کا فرض تھا مگر اون لوگوں کا حال معلوم ہوگیا جو فتنہ پردازیاں کرتے ہیں ظاہر کچھہ اور باطن کچھہ۔ تھوڑی دیر تک زیب النسا اپنے دل سے جو اُسکا تنہائی میں مونس و رفیق تھا اس قسم کی گفتگو کرکے سمجھاتی رہی آخر کار اُسنے دوات قلم لیکر یہ غزل لکھنی شروع کی جو حافظ شیرازی کی غزل پر ہے حافظ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مطلع ہے ؎

دل مے رود ز دستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

غزل زیب النسا بیگم مخفی

غم میکند فزونی اے دوستاں خدارا
شاید نہفتہ ماند ایں راز آشکارا

مارا چو موم بگداخت ایں آتش محبت
تا چند باشدت دل من سینہ سنگ خارا

مردیم گردش چرخ رحمے نہ کرد برما
تا کی تواں بدشمن صاحبدلاں خدارا

مستی و تنگدستی بدنام خلق سازد
برطرز شہ چہ نسبت درویش بینوا را

کشتی عمر بشکست در بحر ناامیدی
مشکل کہ باز بینم دیدار آشنا را

حاصل نشد چو کامے ز ستر تدبیر
تدبیر را گذارم گردن نہم قضا را

بگذشت موسم گل شد نالہائے بلبل
تا کی شراب مستی یا ایہا السکارا

برباد رفت در غم یاراں ذخیرۂ عمر
باشد کہ گردش چرخ فرصت دہد شمارا

اے خسرو زمانہ بکشاد چشم بنگر　　　در نامۂ سکندر احوال ملک دارا
یاران بزم عشرت مخفی ز کوے خفت
با عاقبت چہ کار است درویش بینوا را

زیب النسا کو اپنی اس غزل میں ایسا لطف آیا کہ وہ اسکو بار بار پڑہتی رہی اور اسکا لطف اٹھاتی رہی آخر کہا اے دل صبر کر گھبرانیکی کیا بات ہے اگر تو سچا ہے تو بیشک تجھے اسکا پھل ملیگا ہر رنج کے بعد راحت ہے

نومید نہ باید شدن از گردش ایام　　　ہر شام کہ آید ز پے آں سحرے ست

اصل میں تو یہ میرا ہی قصور ہے ؎

زبان شکوہ کشودن ز غیر بے خردی ست
مرا کہ دشمن جانی ہمیں زبان بس است

کبھی وہ بیچین ہو کر اٹھ بیٹھتی ہے اور دل کو تسلی و تشفی دیکر کہتی ہے ؎

المدد صبر و تواں میں نہ اکیلا رہ جاؤں　　　شب غم آنیکو ہے تازہ بلا ٹھہر لیسی

کبھی گھبرا کر کہتی ہے ؎

دردا کہ ز قید ستم آزاد نہ گشتیم　　　یک لحظہ ز غمہائے جہاں شاد نہ گشتیم

کبھی اپنی اسیری کا خیال کر کے بیساختہ ہو کر کہہ اٹھتی ہے ؎

گرچہ باز نجیر مخفی زور دیوار غم　　　شکر اللہ کز جفائے ہم گناہ آلودہ ام

کبھی اپنے حال زار پر رو کر کہتی ہے ؎

دل من اسیر مخفی بہ بلائے ہجر تا کے　　　کہ بجز ہوائے وصلت گنہ دگر ندارم

کبھی آشنا اور دوستوں کی بیوفائی کا گلہ کر کے کہتی ہے ؎

تا مرا زنجیر دریائے دل دیوانہ شد　　　دوست شد دشمن مرا و آشنا بیگانہ شد

کبھی بیچین ہو کر کہتی ہے ؎

نہ کروں کبھی لب شکوہ وا نہ زباں سے تیرا گلا کروں
یہی میرے حق میں تو ہے بھلا کہ جفا و جور سہا کروں

نہ خبر ہو جان و جگر کی کچھ جو میں محو دید رہا کروں
یہ دوئی کا پردہ اُٹھے ابھی جو خودی کو اپنی فنا کروں

نہوں تنگ درد و الم سے میں کہ یہ مجھ پہ عشق میں فرض ہے
کروں صبر اوسکی جفاؤں پر نہ کچھ اور اسکے سوا کروں

میرا عشق ہو میرا راہبر میرا کوئے یار میں ہو گذر
کٹے بس یوں ہی مری عمر بھر وہ جفا کرے میں وفا کروں

مری آنکھیں ہوں نہ زبان ہو جو نہ دید ہو نہ کلام ہو
مرے کان ہوں نہ خدا کرے جو کلام غیر سنا کروں

سر بزم فرحت مبتلا میرے سر پہ ہے یہ نئی بلا
کہ جفا اُٹھاؤں ستم سہوں نہ فغاں کروں نہ بکا کروں

آہ جو لوگ دنیا کے مکر و کید سے تنگ آ گئے ہیں جن کا دل کسی کے ہجر کے صدمے سے تنگ آگیا ہو جو اپنی زندگی سے بیزار ہوں جو زال دنیا کی بے اعتنائیوں کے باعث حالت نزع میں ہوں اور صیاد فلک کے پیچھے تیر حزن و ملال کا نشانہ بن چکے ہوں اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف ہوں جو صفحۂ ہستی سے کافی سبق لے چکے ہوں اونکے دل سے کوئی پوچھے کہ کیا حالت ہے دنیا اونکی نگاہوں میں تاریک ہے اور جو چیز اوروں کے لئے باعث خرمی ہے اُنکے لئے باعث درد و الم ہے اُنھیں کنج تنہائی پسند ہے اون کا دل طعنوں کی بوچھار سے چھلنی ہو گیا وہ دنیا میں کوئی دم کے مہمان ہیں اور در و دیوار کو حسرت و یاس کی نگاہوں سے دیکھتے

ہیں اون کے نزدیک دنیا کی تمام خوشیاں جان کا وبال ہیں عمدہ سے عمدہ مکان اون کیلئے قیدالم ہیں یہی وجوہات اسوقت ہماری ہیروین کو چین نہیں لینے دیتے اور وہ بستر غم پر پڑی کروٹیں بدل رہی ہے -

سولھواں باب

ہر کہ بہ دریائے عفو روئے خجالت نہاد
سر بہ فلک مے کشد رفعت ایوان او

جاڑوں کا موسم ہے سورج اونچا اٹھہ آیا ہے اندازاً ۹ بجے ہونگے سردی اسوقت کچھہ کم ہوگئی ہے جو لوگ سردی کی وجہ سے اپنے گھروں میں سر شام سے چلے گئے اور رات تک گرم کپڑوں میں لپٹے پڑے تھے اب بدن [illegible] کو اپنے گھروں میں سے نکل نکلے ہیں بہت سے اپنے یار دوستوں میں [illegible] کر رہے ہیں مگر آہ مریضان ہجر جو دیدار یار سے مایوس ہو چکے [illegible] حسرت اون کی حالت دیکھکر رو رہے ہیں اور وہ اپنی تنہائی [illegible] حقیقی دل سے [illegible] رہے ہیں اور اسکو تسلی و تشفی دے رہی ہیں نہ اون کا دل باہر نکلنے کو چاہتا ہے نہ سیر و تماشہ سے دل کو دلچسپی ہوتی ہے - اسی حال میں ہم اپنی ہیروین زیب النسا کو قلعہ سلیم گڈہ کی عمارت میں پاتے ہیں جو ابتک قید میں ہے اور اپنی بے بسی پر اظہار تاسف کر رہی ہے مگر اس قید الم میں کوئی اس کا رفیق و مونس ہے تو وہی شاعری ہے جو اس کے رنج و غم کے اندھیرے گھر کا اجالا ہے [illegible] اپنے دل کی [illegible]

ہماری ہیروین اب قید سے تنگ آگئی ہے اور رہائی پانیکے لیئے نہایت بےچینی اور اضطراب کی حالت میں دن گن رہی ہے اُسے ایک ایک منٹ ایک ایک مہینہ معلوم ہوتا ہے اور دعائیں مانگتی ہے کہ کسیطرح اس قید سے نجات ملے آہ جن لوگوں کی آزادی چھین کر قید الم میں گرفتار کردیا ہو جو بالکل بے بال وپر ہوں اپنی ہر ایک حس وحرکت میں نخیر کے محتاج ہوں جنکی مرضی کے خلاف ہر کام جبراً ہو جو مجبوراً کسی قید میں پڑے سکتے ہوں جنکے تمام ارمان وخوشیاں محض کسی دوسرے پر منحصر ہوں جو اپنی مرضی سے ایک قدم آگے نہ چلتے ہوں افسوس اُنکے دل سے کوئی پوچھے کہ اس قید میں اُن کا کیا حال ہوا ہوگا اور کسطرح سے تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی بسر کرتے اور رہائی کی تدبیریں سوچتے ہونگے ہر طرف غم ورنج کے سیاہ ہیبتناک پہاڑ اونکی نگاہوں کے سامنے ہر وقت موجود رہتے ہیں اور ہیبناک صورتیں اون کی نظروں میں سمائی رہتی ہیں یا شامیانہ اونکے سروں پر ہوتا ہے اور نا امیدی کا خون اون کے دائیں بائیں ہوتا ہے یہی حال ہماری ہیروین کا ہے اسکو کسیطرح اطمینان وچین نصیب نہیں مجبور ہو کر یہ شعر پڑہا ؎

مخفی امید رہائی تا بروز حشر نیست — خاک غربت ہر کرا در عہد دامنگیر شد

اور کبھی نہایت مضطرب ہو کر یہ اشعار پڑہتی ہے ؎

دل ملا ہے ہمیں ہر وقت مچلنے کیلئے — جاں ملی ہے غم واندوہ میں جلنے کیلئے
قید صیاد سے ہے شاخ شجر گل تو نہیں — بلبل زار نہ اب تڑپے نکلنے کے لیئے

کبھی مختلف خیالات کے ذریعہ سے غزل کا مطلب ادا کرتی ہے غزل

میرا قاتل ہے کمسن کوئی سمجھائے یہ نادان کو
نہ کر آلودہ خوں پونچھ کر خنجر گریباں کو

دل مضطر پہ گر ہوگا ہجوم بیکراں غم کا
خیالات پریشاں گھیر لیں گے کوئے جاناں کو

مری جامہ دری پر اسقدر حسرت برستی ہے
بہت رویا سحر میں دیکھکر چاک گریباں کو

جنون عشق ہے روز ازل ہی سے میرا ساتھی
نہ ہو کیوں چاک داماں کسطرح چھوڑوں بیاباں کو

شہید عشق کے ارمان نے رنگ حنا بنکر
کیا پھر رنگ اپنا خون ہو کر دست جاناں کو

ہرے ہیں زخم دل اور زور ہے فصل بہاری کا
میرا سینہ چمن ہے جاؤں کیا سیر گلستاں کو

جہاں میں تیری الفت نے کیا مجنوں کو بیگانہ
ہنسی آتی ہے میرے حال پر خود زخم خنداں کو

کفن کو بھی نہ چھوڑا تار وحشت دست وحشت نے
کیا جوش جنوں میں چاک یوں چاک گریباں کو

ہماری ہیروئن انہیں خیالات میں پراگندہ ہو رہی تھی کہ سامنے سے میا بائی آئی اُسے دیکھکر زیب النسا کی ڈھارس بندھی اور بعد سلام یوں مخاطب ہوئی۔

زیب النسا۔ کہاں رہتی ہو اب تو دکھائی ہی نہیں دیتی ہو کبھی تو آجایا کرو میرا دل تنہائی میں گھبراتا ہے۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ مجھے جہاں پناہ کا خیال ہے کہ شاید وہ میرے یہاں آنے سے کچھ شبہ کریں میرا دل تو خود ہی آپ کے دیکھے بغیر پریشان رہتا ہے اب جہاں پناہ نے مجھے یہاں بھیجا ہے کہ شاید آپ یہاں کی

اکیلی گھبراتی ہوں اب میں ہر وقت یہیں رہا کروں گی۔

زیب النساء۔ اب تم ہی میری ہمدرد ہو اور سب کو دیکھ لیا سب اپنے مطلب کے آشنا ہیں مگر تم نے میرا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ میں نے تو آپ کو پالا پرورش کیا ہے تمہارے رنج و غم مجھ سے کب دیکھے جا سکتے ہیں۔

زیب النساء۔ جو رنج و صدمے مجھے اس قید میں ہوئے ہیں اور ان کو میں ہی جانتی ہوں یہ سب حاسدوں اور بدکردار لوگوں کی کاروائیوں اور فتنہ پردازیوں کا نتیجہ ہے۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ سچ ہے قید تنہائی بھی بری بلا ہے آپ اس تنہائی میں اپنا دل کس طرح بہلاتی ہیں۔

زیب النساء۔ کیا پوچھتی ہو جو سہیلیاں اب میرے پاس موجود ہیں ان سے زیادہ میل جول نہیں رکھتی کیونکہ انکو دیکھ چکی ہوں سب مطلب کی یار ہیں میں تو شاعری سے سروکار رکھتی ہوں جس سے میرا دل خوب بہل جاتا ہے اور دل بستگی کا ذریعہ ہے۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ آجکل زمانہ بیوفا ہو رہا ہے کوئی کس کا شکوہ کرے سب مطلب کے یار ہیں اس سے بہتر یہی ہے کہ انسان اپنی زبان گفت و شنید سے بند رکھے۔

زیب النساء۔ اماں بیشک اب تو گلشن ہستی کی بہار ہو چکی خزاں کی آمد آمد ہے یہ وہ وقت ہے کہ انسان سب سے الگ ہو کر گوشہ تنہائی اختیار کرے تاکہ آخر میں زمانہ کی رفتار سے پامال نہ ہو۔

خزاں کی آمد آمد نے غضب ڈھایا ستم توڑا

چمن میں مردنی چھائی ہے گل مرجھائے جاتے ہیں

میابائی - شہزادی صاحبہ آپ کو دیکھکر مجھے صدمہ ہوتا ہے تم کیوجہ سے آپ کتنی لاغر ہوگئی ہیں جیسے کہ آپ کے دشمن بیمار ہوں اپنے دلکو خوش رکھو اس چندروزہ زندگی میں کیوں رنجیدہ رہتی ہو -

زیب النسا - میں کیاکروں میرا دل خود بخود بیٹھا جاتا ہے لاکھ سنبھالوں مگر نہیں سنبھلتا جب اس قید سے آزادی نصیب ہو تو اطمینان کی شکل نظر آئے اب تو میرا یہ حال ہے - رباعی

سینہ دل تنگ و دل زمن تنگ است　　صحبت ما چو شیشہ و سنگ است

تحقیق کہ رسی بکوچہ دوست　　راہ تاریک و مرکب لنگ است

آج صبح کو میں نے یہ غزل لکھی ہے - **غزل**

بت پرستاریم با اسلام مارا کار نیست
غیر تارِ زلف مارا رشتۂ زنار نیست

پیش ازین ای عقل بر من طعن رسوائی مزن
زانکہ مستانِ محبت را ملامت عار نیست

ہمدمے گر نیست اے دل روز محنت گو مباش
مونس زندانیان را بہتر از دیوار نیست

آشنایاں را چہ پیش آید مروت را چہ شد
کز وفائے آشنائے در جہاں آثار نیست

لذت دردِ محبت را ز بیدرداں مپرس
قدرِ صحت را نداند ہر کہ او بیمار نیست

صبحدم بادِ صبا مے گفت با مرغِ چمن

نالہ را تاثیر نبود گر دلِ افگار نیست

زادۂ دردیم و از خونِ جگر پروردہ ایم
کوہ ہائے غم گر آید جوئے از آزار نیست
مخفیا گر وصل خواہی با غمِ ہجراں بساز
کاندریں گلزار عالم یک گلے بے خار نیست

میا بائی۔ میں قربان جاؤں کیا اچھی غزل لکھی ہے

زیب النسا۔ کبھی عاقل خاں کی قبر پر بھی فاتحہ خوانی کر لیتی ہو۔

میا بائی۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ فرمائیں اور میں نکروں جب موقع ملتا ہے فاتحہ خوانی کرتی ہوں اور قرآن شریف پڑھکر ثواب پہنچاتی ہوں۔

زیب النسا۔ میں بھی اکثر قرآن شریف پڑھکر فاتحہ پڑھکر اُسکی روح کو ثواب پہنچاتی ہوں وہ بیچارہ میری وجہ سے مارا گیا مجھے ڈر ہے کہ قیامت کیدن اسکا مواخذہ مجھسے ہو خدا خوب جانتا ہے کہ مجھکو اُس سے کسی قسم کی دشمنی نہ تھی نہ میں نے خود اُسکی جان لی مگر مجھے اُس سے بوجہ مشہور شاعر ہونیکے اُنس تھا اور اب اُسکے مرنے سے میری شاعری کا رنگ ماند ہو گیا (ایک طرف دیکھکر) اماں دیکھو یہ چمن آرا کیوں آرہی ہے؟ وہ بھی ہنستی آتی ہے اس بیچاری نے بھی میرا ساتھ نبھایا اور میری ہمدرد رہی ہے۔

چمن آرا۔ (سلام کرکے) شہزادی صاحبہ چلئے جہاں پناہ نے آپکو یاد فرمایا ہے اُنہیں تمام واقعات کی خبر لگی ہے اور آپ کے حاسدوں کو بھی ہو نے یاد فرمایا ہے اور آپ کے قید کرنے پر نہایت رنجیدہ ہیں آپ تشریف لے چلئے آپ کو بلایا ہے۔

زیب النسا۔ (سجدۂ شکر ادا کرکے) خدا کا شکر ہے کہ میری سچائی اور پاک باطنی

کا مجھے ثمر ملا۔
یہ کہکر زیب النسا میاں بالی چمن آرا زنانی سواری میں بیٹھکر جسکو چمن آرا اپنے ہمراہ لائی تھی قلعۂ دہلی کیطرف روانہ ہوئیں زیب النسا اپنی باقی عمر تک دہلی ہی میں اقامت گزیں رہی۔

سترہواں باب

در نہاں خونیم و ظاہر گرچہ رنگ نازکیم
رنگ بین در من نہاں چوں رنگ سرخ اندر حنا

بہار کا موسم ہے اشجار کو نیا خلعت عطا ہوا ہے سبز پوشان چمن قید الم سے آزاد ہو کر لہلہا رہے ہیں ہر سمت سبزی کا نظر آنا آنکھوں میں طراوت اور دل میں سرور پیدا کرتا ہے سبز مخمل کا فرش بچھا ہوا کسی کے استقبال کو پچھا ہے نرگس حیران ہو کر کسی کی تاک جھانک کر رہی ہے سرو و شمشاد باغ سے سر نکالے کسی کی رفتار کا تماشہ دیکھ رہے ہیں غنچہ کسی کی آمد کی خبر سنکر اپنے رخ سے نقاب اٹھا رہے ہیں تاکہ اسکے حسن کی بہار بغیر روک ٹوک کے لوٹیں نازنینان چمن ناز انداز سے کسی کا دل لبھانے کی فکر کر رہے ہیں صبح کا وقت ہے دلپر امنگیں اٹھتی چلی آتی ہیں ایک دوسرے سے ہنس بول رہا ہے کامیدہ آدمی اپنے کام پر مشغول ہیں نمازی آدمی نماز ادا کر رہے ہیں دربار ی حاضر ہیں خدام مستعد ہیں ہر در و دیوار پر نور برس رہا ہے ہر دل بشاش ہے مسجدوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہیں مندروں میں ہری ہری پکار رہے ہیں خلق اللہ اپنی خوابگاہوں سے اٹھکر اپنے دہندوں میں مشغول ہو رہی ہے شہر پناہ کے دروازے کھل گئے اور لوگ آجا رہے ہیں پگڈنڈیوں پر پنہاریوں کی عجب بہار ہے

راستوں پر بجتی ہوئی آتی ہیں اور پانی کے بوجھ سے چھلکتی جاتی ہیں اور عجب طرح سے اپنی بول چال کو جتاتی ہوئی کسی سے بل کھاتی چلی جاتی ہیں فوجی مخلوق الگ دکھائی دیتی ہے طرح طرح کی وردیاں پہنے قواعد کر رہی ہیں سیر گاہوں میں جدا لطف آرہا ہے سڑکوں پر صدہا سواریاں چل رہی ہیں کوئی اپنے گھر جا رہا ہے مگر کثرت رنج والم کا بسکے دل پر ہجوم ہے وہ تنگ آچکا ہے اگرچہ بہار تقاضائے شگفتگی پژمردہ دلوں میں جان ڈالدیتی ہے مگر عاشقوں کے دلوں میں پژمردگی ہی بڑھاتی ہے باوجود یکہ دنیا کے مکر و فریب سے واقف ہو چکے ہیں وہ اسوقت کی سبزی کو بالکل مختلف نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسی حال میں ہم اپنی ہیروئن زیب النسا کو دہلی کے قلعہ میں زنانہ محلات کے ایک باغ میں پاتے ہیں جو باغ کی سرسبزی و شادابی کو دیکھکر بجائے خوش ہونیکے رنجیدہ ہو رہی ہے وہ اپنے رنج کو کسی پر ظاہر نہیں کرتی وہ دنیاوی بدمزگیوں سے بالکل بیزار ہو چکی ہے اور سوائے اُس ذات واحد کے جو اُسکی تنہائی تاریکی اور اُجالے میں رفیق اعلیٰ ہے اور جو اُسے ہر وقت دیکھتا رہتا ہے وہ کسی کو اپنا خیرخواہ تصور نہیں کرتی اُسکی درگاہ عالی میں وہ اپنی عرض معروض کرکے قبولیت کی امید رکھتی ہے دنیا و مافیہا کو وہ مختلف نگاہوں سے دیکھتی ہے اور اب وہ جان گئی ہے کہ میری زندگی تباہ کرنیوالی میری ننگ و ناموس کو خاک میں ملانیوالی اگر کوئی چیز ہے تو وہ دنیا ہے اُسنے سب میل جول ترک کر دیا یہاں تک کہ وہ اپنی سہیلیوں اور خادموں کو سوائے ضرورت کے اپنے پاس نہیں آنے دیتی البتہ اپنی ظاہری رفیق اور تاریکی کے اُجالے یعنی شاعری سے سروکار رکھتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے وہ اپنے خیالات ظاہر کرتی ہے اور رات دن علاوہ عبادت الٰہی کے اسی دھن میں رہتی

ہے الغرض اسی حال میں ہماری ہیروین باغ کی روشوں پر ٹہل رہی ہے
یکایک اُسکے منہ میں سے ایک پر درد لہجہ میں یہ شعر نکل گیا ؎

رہ عشق است اے مخفی مجرد باید رفتن
کہ گر عیسیٰ بود ہمرہ رفاقت را نمے شاید

وہ مختلف تختوں کی سیر کرتی ہے کبھی حوض کے کنارہ پر بیٹھکر مچھلیوں کا تماشہ دیکھکر یہی کہتی ہے کہ انسان سے تو یہی بہتر ہیں کہ ہر طرح کی آزادی ہے یہ زمانہ کی رنج وخوشی سے بالکل آزاد ہیں یہ کس خوشی سے اسوقت تیر رہی اور اپنا دل بہلا رہی ہیں افسوس ایک انسان ہے جو حزن وملال کا شکار ہے مگر انسان کو چاہیئے کہ صبر کرے یہ دنیا دار العمل ہے اگر یہاں تکلیف برداشت کی تو اُس کا نتیجہ بہت اچھا نکلے گا ؎

نالہ در ہنگام محنت عافیت دوں ہمتی است
نیست یکساں کار عالم مخفیا مردانہ باش

یہ مچھلیاں گردش فلک سے اسلئے امن میں ہیں کہ گوشۂ قناعت میں ہیں یہ مختصر نہر ان کی دنیا ہے یہی ان کا عالم ہے ؎

تو نے خواہی کہ باشد پائدار و برقرار نیست ایں دولت میسر غیر کنج خلوتی

اے دل اب تو بھی دنیا کا عیش چھوڑکر کنج قناعت اختیار کر عمر پوری ہونے آئی تھوڑے روز باقی ہیں انہیں ذکر الہی میں بسر کردے ؎

زد طبل رحیل سفہت قافلۂ عمر مخفی منشیں غافل و زاد سفر باش

دیگر

عمر شد صرف ہوا و وقت رفتن در رسید
پیر وہی تا چند مخفی نفس کافر کیش را

بر سر راہ اجل بہ نشستہ بیم مرگ چیست — خلق و عالم رفتہ اند این راہ من ہم میروم

کبھی یہ کہتی ہے ؎

دنیا سے ہے پنج روزہ کچھ نیک کام کرلے — غفلت میں مفت نخوت کیوں دن گنوا رہا ہے

غرضکہ اسیطرح کے خیالات دل میں لارہی ہے اور کہتی ہے ؎

ہر کجا بزم مصیبت گرم گردد در جہاں — در تکلم بلبل و در سوختن پروانہ باش

کبھی کہتی ہے افسوس لوگوں نے خیال خام کرکے میرے دامن عصمت پر دھبہ لگایا خیر اون کی زبان ہے مگر ایسا نہو کہ میرے مرنیکے بعد لوگ اس فرضی عیب سے مجھے متہم کریں اسلئے فرض ہے کہ اصلی واقعہ کسی شعر کے ذریعہ سے ظاہر کردوں شاید سرائے دنیا میں میرے بعد کوئی ایسا مسافر آنکلے جو میرے اس شعر کو دیکھکر میرے اوپر بیجا تہمت لگانے سے لوگوں کو باز رکھے شاید اس تماشہ گاہ دنیا میں کوئی ایسا محقق تماش بین آنکلے جو اون لوگوں کو جو میرا پارٹ غلطی سے کرتے ہیں میرے اس شعر کے ذریعہ سے ظاہر کرو جسمیں وہ مخلوق کو بیجا تہمات اور موہوم خیالات سے باز رکھتی ہے جنکے سبب سے اُس عفیفہ پر تہمت لگائی گئی وہ شعر یہ ہے جو تبرکاً ناظرین کے ملاحظہ کو پیش کیا جاتا ہے ؎

قسم بہ کعبۂ حاجات احمدؐ مرسل — کہ پاک بازی من باعث گناہ من است

بیشک ہماری ہیروین عفت مآب و عصمت مآب شہزادی تھی جسمیں کسی کو کلام نہیں اسکے بعد اُسنے نہایت مایوسی کے عالم میں لوگوں کی بیجا تہمات کا خیال کرکے یہ شعر اپنی زبان سے ادا کیا ؎

آلودگی ز دامن عصمت نمی رود — صد رہ بہ آب دیدہ اگر شستہ شو کنم

کبھی رنج و غم سے تنگ آکر یہ کہتی ہے ؎

دگر مخفی چو فکر نام و ننگ است — حریفاں چوں ترا بد نام کردند

افسوس جن لوگوں کو میں اپنا دوست سمجھتی تھی اُنھوں نے میرے ساتھ
یہ دشمنی کری جنکو گل سمجھکر اپنے سر پر جگہ دی اونہوں نے ہی میرے ساتھ
دشمنی کی افسوس صد افسوس ؎

شکوہ از بیگانگان و آشنایاں چوں کنم
مخفیا روز ازل بخت زبونم دادہ اند

میں کس سے شکایت کروں کوئی کسیکا نہیں سب منہ دیکھے کے یار ہیں ؎

اس بزم میں کوئی بھی شناسا نہیں ہوتا
اپنا جسے سمجھے ہیں وہ اپنا نہیں ہوتا

کبھی اس شعر کا مطلب بیان کرتی ہے۔
جسں کو بنایا اپنا وہی غیر ہو گیا دنیا میں سچ ہے کوئی کسیکا ہوا نہیں
کبھی کہتی ہے کہ رنج کرنے سے فائدہ نہیں دنیا میں تو سب ہی کو رنج و غم
ہوتے رہتے ہیں ؎

فرحت کچھ اک تمہیں نے اُٹھائیں نہ آفتیں
دنیا میں آکے چین سے کوئی رہا نہیں

کبھی کہتی ہے کہ اے رنج و الم کا دن بھی کیا دن ہوتا ہے ؎

روز نومیدی چو آید آشنا دشمن شوند
غم جدا شادی جدا دولت جدا دشمن شود

نیست مخفی در دل ما کے چوں دشمنی
ہر کہ با ما دشمن است یا او ہمہ دشمن شود

جہاں پناہ سے میں ضرور عرض کرونگی کہ آپ نے میرے سبب شہزادی
کو کیوں قید کیا آپ اسے ضرور رہائی دیں اسکے بعد وہ اپنے کمرہ میں جاکر

بیٹھہ گئی یکایک ایک خواص آئی اور اُسے ایک پرچہ لاکردیا جسمیں ناصر علیؔ نے یہ قطعہ لکھا تہا ؎

زرعنائی نہ کردی بہر بیروں از مقام خود
کہ چوں طاؤس در صد چاہ تاریکی بہ کام خود
تماشہ کردہ ام باغ و بہار بے دماغی را
پس از عمر علیؔ بر خویش می خواہم کلام خود

زیب النسا نے یہ قطعہ پڑہکر اُسی خواص کو واپس کردیا اور کچھ جواب نہ دیا جب سے وہ قلعہ سلیم گڑہ میں قید ہوئی تہی اُسوقت سے اُسکے دل میں وہ شوخی و شرارت نہ رہی تہی اپنا دل خوش کرنے کو وہ خود ہی غزل لکھتی تہی مگر شاعروں سے مذاق شاعری بالکل ترک کردیا تہا کیونکہ ایک شاعر عاقل خاں کیجہ سے دیکہ وہ انجام دیکھہ چکی تہی اور اب اُسکے دل میں دنیاوی خوشی کی رمق بہی باقی نہ رہی تہی اب اگر وہ اپنی تفریح کے لئے شعر لکھتی تہی تو عبرت آمیز مضمون اشعار کا جس سے دنیاوی محبت کی بو آتی ہو اُسنے لکھنا ترک کردیا تہا دنیا کی عیش و خوشی اوسکی نگاہوں میں تاریک معلوم ہوتی تہی تنہا بیٹہی بیٹہے اُس نے ایک قطعہ اپنے حسب حال لکھا ؎

ابشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد
کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد
صد بہار آخر شد و ہر گل بفرقے جا گرفت
غنچۂ باغ دل ما زیب دستارے نشد

اپنے لکھے ہوئے اشعار اُسے ایسے پسند آئے کہ اونکو بار بار پڑہکر لطف اٹھاتی رہی میاں بائی آئی تو اُسنے بہی یہ اشعار سنائے وہ سنکر پہڑک گئی اور

اور نقل کرکے لے گئی کچھ دن بعد ایک شاعر جسکا نام پیروز یرخاں تھا اور جو ہمیشہ زیب النسا کو ذرا قیمہ شعر بھیجنے کا عادی تھا اسوقت بھی بطور مذاق اُسکے قطعہ پر ایک مصرعہ لگا کر اُسنے خمسہ کردیا اور زیب النسا کی خدمت میں بھیجا وہ مصرعہ تھا ۔

پیر شد زیب النسا لیکن خریدارے نشد

مگر زیب النسا نے اس قسم کے مذاق ترک کر دیئے تھے یہاں تک کہ وہ مشاعروں میں بھی شریک نہوتی تھی کیونکہ ایکدفعہ اپنے مذاق کا انجام دیکھ چکی تھی اُسنے میابائی کی موجودگی میں ایک شعر کہا اور اُسنے بہت پسند کیا اور اس شعر کو اپنے وصیت نامہ میں لکھکر ہدایت کی کہ مرنیکے بعد بھی شعر میری قبر پر کندہ کرادیا جاوے ۔

برمزار ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

کیسا جامع شعر ہے اسکے ذریعہ سے وہ اپنی تمام سوانح عمری بیان کرتی ہے عاشقوں کی قبر پر چراغ جلتے ہیں معشوقوں کی قبر پر پھول چڑھائے جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کے عاشق نہ کسی کے معشوق اس شعر سے اُسکی پاکبازی کا پورا ثبوت ملتا ہے آہ جن لوگوں کے دن دنیاوی کرشموں سے سرد ہوگئے ہوں جو گوشہ تنہائی اختیار کرچکے ہوں اون کو بہار خزاں دونوں برابر ہیں انہیں خیالات میں ہماری ہیروین اپنی زندگی بسر کرتی رہی ۔

اٹھارہواں باب

بہ زیر خاک بہ نعشم چہ حاجت کفن ست

شہید تیغ محبت زخوں کفن دارد

۱۱۰۰ھ

گذشتہ باب کے واقعات کو ایک عرصہ گذر چکا ہے جسکے بعد ناظرین کو پھر دہلی کے قلعہ کے زنانہ محلات کی سیر کراتے ہیں خزاں کا موسم ہے پت جھڑ ہو رہا ہے سبز پوشان گیتی اپنے جامۂ ہستی کو اتار کر پھینک رہے ہیں ہر سمت یاس والم اور غم کا سین نگاہوں میں سروقدان چمن کے خزاں کے باعث اپنے جامہ ہائے خرمی کو اتار چکے ہیں بلبل شوریدہ اپنا سر پتھروں سے ٹکرا رہی ہے قمری پریشان ہوکر زمانہ کی نیرنگیوں پر نالہ کناں ہے نرگس جو کسی کے جمال جہاں آرا کی ایک عرصہ سے تاک جھانک کر رہی تھی مثل نگہ یار کسی کی دید سے مایوس ہوکر گر پڑی سنبل جو کسی کی یاد میں پریشان کھڑی تھی اب کسی کی جامۂ ہستی کے اُتار دینے کی خبر سنکر خود بھی چکرا کر گر پڑا۔

گلہائے رنگا رنگ جو کسی حسین کے باغ میں دیکھنے کے عادی تھے اور ایک مدت سے کسی کے لئے جام ہاتھوں میں لئے کھڑے تھے۔ آج اُسکی محفل کی درہم و برہم ہوجانیکی خبر سنکر اُنہوں نے ساغروں کو زمین پر پٹک دیا اور خود بھی بستر خاک پر جا لیٹے نرگس شہلا نے کسی حور وش کی خاطر دوکان لگا رکھی تھی آج اوسکا جوبن و محفل برباد ہونیکی خبر سنکر دوکان کو درہم و برہم کر دیا اور خود خواب بیخودی میں مست ہوکر ہمیشہ کے لئے پیوند زمین ہو گئی۔

آہ جو گل دنیا کی بیوفائی دیکھکر گوشہ نشین ہو چکے تھے اور اپنے قدم سے باہر نکالنے کے ارادوں کو منقطع کر چکے تھے خزاں نے ان پردہ نشینان

نازکو خاک کے نیچے کردیا تھا تاکہ وہ پھر کبھی دنیا میں سر نہ نکالیں بوئے گل دنیا
کی بے ثباتی دیکھکر پریشان خاطر کسی گوشۂ تنہائی کو ڈھونڈھ رہی تھی اوسکو
بھی باد خزاں نے باد صرصر کے جھونکوں سے پریشان کرکے گلشن سے ہوا
بناکر اڑادیا سرو آزاد جو دنیا کی سرد مہری سے کافی سبق حاصل کرچکا تھا اور کسی
کے حسن لازوال سے لو لگائے زمانہ کے نشیب و فراز سے آزاد ہوکر اک
جگہ کھڑا ہوگیا تھا اب خزاں کے ہاتھوں اپنا زیور حسن کھو چکا ہے اور خزاں
نے اوسکو بے سروسامان کردیا صرف ایک نقش باقی ہے ورنہ اصلی جوہر
تو جنکے سبب سے اوسکی عزت و توقیر و منزلت لوگوں کی نگاہوں میں تھی جا
چکے ہیں ہوا پر ہر سمت دھول اڑ اڑ کر پیغام دے رہی ہے کہ دنیا میں تو
کروروں کی مٹی برباد ہوچکی اور ہر شخص کی اسیطرح برباد ہونے والی ہے باد
صرصر اپنے تند و تیز جھونکوں سے لوگوں کو سبق دے رہی ہے کہ ... ...
گلشن ہستی سے مثل اُس ہوا کے تند و تیز کے اڑ جاؤگے پھر ... ...
ڈھونڈھو تو بھی نہ پاؤ گے خزاں اشارہ سے کہہ رہی ہے کہ ہر بہار کے
ساتھ خزاں موجود ہے قمری مہینہ کی ابتدائی تاریخ ہے سورج کسی کا منتظر
کے چاک گریبان کا پارٹ ہونے کے قبل افق مغرب میں جا چھپا ہے
اور شفق کے ذریعہ سے اپنے خون سے تمام دریا بہا رہا ہے
ادہر ماہتاب جسکے دل میں کسی شعلہ رو کے پوشیدہ ہوجانے سے داغ
پڑگیا ہے حسرت کی نگاہوں سے زال دنیا اور اسکے مظالم کو دیکھ
رہا ہے اور اسبات کی کوشش کررہا ہے کہ وہ کسیطرح جلد کسی شعلہ رو
کے ساتھ زال دنیا کو خیرباد کہکر رخصت ہو اور دوسری بستی بسائے
اسوقت ہم اپنے ناظرین کو اُسی مکان میں لئے چلتے ہیں جسکا ذکر

ابتدائی باب میں ہم کر آئے ہیں مکان سراپا یاس وغم کا نمونہ بنا ہوا ہے
درو دیوار پر حسرت برس رہی ہے اسوقت ہمیں اس محل کے کمرہ میں
ہماری ہیروین نظر آتی ہے جو ایک سہیلی سے اسطرح گفتگو کر رہی ہے
زیب النسا ۔ میاں بابا نے لکھا تھا کہ میں عنقریب آنیوالی ہوں مگر اب
تک نہ آئی کیا سبب ہے۔
سہیلی ۔ شہزادی صاحبہ نمعلوم کیا وجہ ہوئی کہ وہ ابتک نہیں آئیں اب
شاید دو ایک دن میں آتی ہوں گی
زیب النسا ۔ دیکھو کب تک آتی ہے آج کی چاندنی رات پھیکی ہے
ابھی ابتدائی چاند ہے۔
سہیلی ۔ شہزادی صاحبہ پانچ چھ روز بعد چاند میں کسیقدر روشنی زیادہ ہوگی
تھوڑی دیر بعد عشا کا وقت ہو گیا زیب النسا نے نماز عشا نہایت خشوع و
خضوع سے ادا کی بعد نماز ادا کرنے کے کچھ دیر اور گفتگو کر کے سو گئی
سوتے سوتے رات کو گھبرا اُٹھی ایک سہیلی سے جو پاس سو رہی
تھی پانی مانگا سہیلی پانی لائی اُسے پیاس کی شدت تھی پانی پیا مگر طبیعت
مضمحل سی ہو گئی صبح ہوتے ہوتے تب معلوم ہوئی تھوڑی دیر میں بخار آگیا
حکیموں کو بلوا کر علاج کیا گیا مگر افاقہ کچھ نہوا ع

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود

سات روز بخار رہا آج اُسکی زندگی کا آخری دن ہے آج ایک مشہور عالمہ
فاضلہ شہزادی دنیا کو چھوڑتی ہے آج ایک ارمانوں کی پلی ہوئی شہزادی
بستر خاک پر ہمیشہ کے لئے لیٹتی ہے ایک نازو انداز کی پلی ہوئی شہزادی
پیوند خاک ہوتی ہے آج ایک رونق دار پھول دنیا کی شاخ زندگی سے ٹوٹ کر

زمین پر پامال ہونے کو گرتا ہے آج ایک سرو گلشن شاہی اپنے ساتھیوں کو داغ مفارقت دیکر اپنے دار القرار سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہوتا ہی زیب النسا نے میا بائی کو جو کہ اب آگئی تھی بلایا اور اپنی مختصر سرگذشت میں اپنی پاکبازی و عصمت و عفت کا ثبوت دیا اور کہا۔

زیب النسا۔ تمہارے حقوق میرے اوپر بہت ہیں میرا کہا سنا معاف کر دینا اور جہاں پناہ سے کہنا کہ میرے وصیت نامہ پر عمل کریں۔ اونہیں میرا سلام کہنا اور جو حق اون کے مجھپر رہ گئے ہیں معاف کرا لینا اور کہنا کہ تمہاری بیٹی نے زندگی بھر میں اپنی عصمت میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیا میں اب آپ سے قیامت کے دن ملوں گی اگرچہ میرا بال بال گناہوں میں گرفتار ہے مگر خداوند تعالیٰ ستار و غفار ہے میں اپنی پاکدامنی کے عوض الطاف خداوندی کی امیدوار ہوں۔

میا بائی۔ شہزادی صاحبہ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں کیا آپ کو کبھی بخار نہ آیا تھا آپ کے بیری آپ کے دشمن بہاساں نہوں۔

زیب النسا۔ نہیں میں گھبراتی نہیں ہوں مگر وصیت کر دی ہے۔

تھوڑی بعد غفلت ہو گئی۔ فوراً لیسین شریف سنائی گئی پھر اُسنے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ یہ کہا اور اُسکی روح پاک ایک آخری ہچکی کے ساتھ قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہر شخص روتا ہے مگر اُسے ذرا خبر نہیں ہے

زندگی انسان کی بیشک فنا کا ہے ثبوت
بلبلا دریا میں جب پیدا ہوا جاتا رہا

افسوس دنیا کی عیش و خوشی کا یہ انجام ہے ہر شخص کے لئے یہ دن موجود

ہے کوئی فرد بشر کوئی شے ایسی نہیں جو چاشنیِ بقا کے بعد تلخی فنا نہ چکھے
یہ دنیا وہ دھوکے کی ٹٹی ہے جس میں بجائے وفا اور دوستی کے جفا اور
دشمنی پارٹ کرتے ہیں یہ وہ ابلہ فریب اسٹیج ہے جس پر ناخوش کن صورتیں
دلفریب حسن سمجھکر والا و شیدا ہو جاتے اور اُنہیں خیالات میں سرگرداں
رہتے ہیں کہ یکایک گرگ موت ہمہ وار دہوتا ہے جس سے بچنا بالکل
ناممکن ہوتا ہے یہ دنیا وہ طلسمی فانوس ہے جسمیں بجائے شمع
کافوری یا شمع عیش و خوشی کے آتشِ ظلم و غضب سے جلا کر خاک سیاہ
کردیتی ہے یہ وہ طلسمی باغ ہے جسمیں کھلائے رنگا رنگ خوبرو و خوش
وضع نگاہوں کو دھوکا دیتے اور طلسمی باغ پر فریفتہ کرنیکی غرض سے ہر
سمت کھلے ہوئے ہیں اگر پاس جا کر غور سے سونگھو تو ذرا بو ئے وفا نہیں
بلکہ اون کا حسن جو عارضی ہے ایک اشارہ میں جاتا رہتا ہے اور بعد میں
وہ دل خوش کن صورتیں کریہ منظر ہو جاتی ہیں جن سے خود بخود نفرت ہوتی
ہے یہ وہ ریگ رواں ہے جس میں مسافروں کو پانی کا شبہ ہوتا ہے
اور وہ کوسوں پیاسے مسافت طے کرتے ہوئے پانی کی تلاش میں
پھرتے ہیں آخر کار ناکامی کی حالت میں تیر قضا کا نشانہ ہو کر رہ جاتے ہیں
دنیا کی جتنی خوشیاں ہیں سب ختم ہونیوالی ہیں یہ وہ طلسم کدہ عیش ہے
جو بظاہر خوشی و خرمی نظر آتی ہے یہ وہ جام ہے جو لذت و فرحت
سے بالکل خالی ہے بلکہ اس میں بجائے شراب عیش و سرور
کے غموں سے چند ناکامی و رنج سے بھرا ہے یہ وہ شراب خانہ ہے
جہاں بجائے شراب عیش و سرور کے رنج و غم کے ٹوٹے ہوئے خم
بکھرے ہو شکستہ دکھائی دیتے ہیں یہ وہ کاشانۂ غم ہے جو سوائے خوشدلی

دفراخدلی کے خوبصورت فوٹو کے چند بے بال و پری اور رنج وغم کی بھدی تصویروں سے آراستہ ہے۔

الغرض اسکے ہر گل عشرت کے پیچھے خار غم چھپا ہوا ہے جو نادان اس کو خوشنما گل سمجھ کر توڑنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے وہی خلد الم سے ریش ہوکر درد کی چوٹ سے چلاتا ہے۔ زمانہ کی ہر ادا میں نیا ظلم ہے ہر انداز میں نیا بگاڑ ہے ہر دلفریب شکل میں کدورت پوشیدہ ہے اس کے ہر پہلو سے بجائے وفا کے جفا ظاہر ہوتی ہے دنیا میں انسان کی کیا بثات ہے تمام عمر انسان نئی نئی خواہشات اور نئے نئے دل کے بہلانے اور خوش کرنے کو کرتا اور سوچتا ہے۔ اپنی کامیابی پر خوش ہوتا ہے۔ اور آیندہ کامیابی کا امیدوار رہتا ہے ایک چیز کی خواہش کرتا ہے کبھی سکندر ثانی بنتا ہے کبھی محمود غزنوی کبھی دارا کبھی جم۔ مگر افسوس جسوقت موت آتی ہے تو نہایت مسرت و مایوسی کے حال میں دنیا کو چھوڑتا ہے۔

افسوس صد افسوس جسوقت کوئی اس شخص سے پوچھے کہ تیرے دل پر کیا گذرتی ہے تو وہ یہ درد و یاس یہ شعر ورد زبان کرتا ہوا راہی ملک بقا ہوتا ہے ؎

السلام اے لعبت ما آیندہ ہا و رفتنی
بر شما خوش باد ناخوش ہائے دنیا و دنی

آہ جسوقت وہ دنیا سے سفر آخرت اختیار کرتا ہے اور پیچھے پھر کر دنیا میں اپنی زندگی اور خواہشات پر ایک سرسری مگر اجمالی نظر ڈالتا ہے تو وہ تمام خوشیاں اور تمام دلچسپیاں جن میں وہ ساری عمر پھنسا رہا ہے اور جن کے سبب وہ زمین پہ چلنا بے عزتی سمجھتا ہے اب اسے ہیچ معلوم ہوتی

ہے اور ان سب کو ایک خواب و خیال سمجھتا ہے اور اپنے کئے پر افسوس کرتا ہوا بے کسی اور حسرت سے دنیا کو خیرباد کہتا ہوا پیوند زمین ہو جاتا ہے۔ رباعی

چند روزہ ہے یہ سرائے جہاں　　نام کو بھی نہیں ہے عیش یہاں
نقش بر آب ہے یہ اسے فرحت　　ایسی فانی کو ہے ثبات کہاں

رباعی

نہ دنیا پہ مغرور ہونا کبھی　　نہ بیکار تو عمر کھونا کبھی
نہ فرحت لگانا زمانہ سے دل　　یہاں تخم الفت نہ بونا کبھی

بادشاہ غازی محی الدین اورنگ زیب اسوقت پٹھان پور میں ہیں شہزادی صاحبہ زیب النسا کی علالت کا حال سنکر وہ دہلی آ رہے ہیں مگر اون کو پٹھان پور میں ہی شہزادی کے انتقال پر بیحد صدمہ ہوا مگر۔ ع

تقدیر کے لکھے کو مٹاتا نہیں کوئی

مجبوراً صبر کیا مگر تمام عمر اپنی پاکدامن بیٹی کے مرنے کا دل پر صدمہ و قلق رہا اور اسکی پارسائی کی اب پورے طور پر آگاہی ہو گئی تھی اور حقیقت حال معلوم ہو چکا تھا۔ بہت تعریف کرتے تھے۔

شعرا حاضرین سے فوراً ایک شاعر نے جو زیب النسا اور اوسکے کلام کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا کیونکہ ایسا کون تھا جو زیب النسا اور اوسکے کلام کو نہ دیکھتا تھا اشعار ذیل اُن کے انتقال پر لکھے ؎

آہ زیب النسا بحکم قضا　　ناگہاں از نگاہ مخفی شد
منبع علم و فضل و حسن و جمال　　ہمچو یوسف بہ چاہ مخفی شد

سال تاریخ از خرد جستیم   گفت ہاتف کہ ماہ مخفی شد

۱۱۰۰ ہجری

افسوس جب ایسے لوگ زندہ نہ رہے تو ہماری کیا حقیقت و ہستی ہے الغرض بموجب وصیت نامہ کے زیب النسا کی لاش لاہور بھجوائی گئی اور اُسی مقبرہ میں جسے اُسنے عین حیات میں اپنی تدفین کے لئے بنوایا تھا اوس کی نعش اوس میں سپرد کی گئی جہاں وہ ابتک زمانہ کے تفکرات سے آزاد ہوکر آرام کر رہی ہے اور زیب النسا مخفی کے نام کو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی اور مخلوق کی نگاہوں سے مخفی کر دیا گیا۔

ناظرین ہم اپنی ہیروین کی قبر پہ درود و فاتحہ کے ہار چڑہاتے ہیں ناظرین بھی آمین کے پھول برسائیں اور دعائے مغفرت کے گلدستے چڑہائیں

تمت

شہزادی زیب النسا کی مشہور غزلیات وغیرہ تحفتاً پبلک کے پیش نظر کی جاتی ہیں اور وہ یہہ ہیں۔

غزل

اے زائران رحمتت خرم گل بستان ما
گفتگوئے حرف عشقت مطلع دیوان ما

ہو بہو لفظ انا الحق گو ز شوق دار شد
تشنۂ خون محبت ظاہر و پنہان ما

العطش گویاں بہ کشتیٔ فنا ہر گوشۂ
صد ہزاراں نور غرق موجہ طوفانِ ما

قطرۂ اشکے نیاید رو بروئے یادگر
خونِ دل چوں شد گہر بر ہر سرِ مژگانِ ما

در شکیبائی چو نے اے دل بہ آہ نالہ ساز
نیست آں درماں پذیرایں دردِ بے درمانِ ما

گر ز ظلماتِ ہوس بیروں نہم مخفی قدم
رو نماید خضر سوئے چشمۂ حیوانِ ما

غزل

در چہ خوش باشد کہ بینم بار دیگر روئے دوست
در سجود یم بہ محراب خمِ ابروئے دوست

غنچۂ دل بشکند در سینہ چوں گل در چمن
پنجہ گر بگرہ زنم چو شانہ گیسوئے دوست

دیدۂ یعقوب گر روشن شود نبود عجیب
مژدۂ وصلے بر آرد قاصد از کوئے دوست

بادۂ لبریز کن ساقی و صحبت بر شکن
تا بکام دل نشینم ساعتے پہلوئے دوست

جوئے خوں آرد بجائے شیر مخفی کوہ کن
نشنود از بے ستوں گر شمۂ از بوئے دوست

دیگر

ہر کہ با سنگ ملامت ہمچو مجنوں خو گرفت
پیش ارباب نظر چوں آب جو یرو گرفت

دام ہر کس کے بگیرد در بیاباں وحش و طیر
دست اعجاز محبت گردن آہو گرفت

بر ندارم سر اگر صد خنجر آید بر سرم
بسکہ الفت چشم گریاں بر سر زانو گرفت

بادشاہ حسن آخر شد اسیر قید زلف
تیرہ روئے آفتاب را دام مو گرفت

آرزوئے سایۂ ما سے کند فرق ہمائے
مرغ دل ما آشیاں از سنبل گیسو گرفت

عاقبت از بیوفائی ہائے چرخ کج خرام
مخفی بیچارہ رفت و از جہاں یکسو گرفت

رباعی

خانہ محبت خانہ داشت براہیم | بود ابلیس را بہ گردوں راہ
بہ عنایت نگر کہ آخر کار | ایں لعیں کشت آں خلیل اللہ

دیگر

جگرم خون و سینہ چاک شدیم | سوختم آں قدر کہ خاک شدیم
جا نفشانی نبود بر د شوار | خز بر ہم زدیم و باک شدیم

خمسہ بر غزل حافظ شیرازی از نتائج فکر شہزادی زیب النسا بیگم مخفی

ظاہر نہ شد کہ مطلب ایں گیر دار چیست
رعنائی گل و چمن و لالہ زار چیست
پرکن ز قوج رسے کہ نہ دانم بہ کار چیست
خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست
ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

ساقی چہار فصل جہان ست روزگار
فصل زمے نمود خزان ست و نو بہار
باہر چہار فصل بود بادہ خوش گوار
ہر وقت خوش کہ وقت خوشی مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

باشد چہ ابتدا ازل و انتہا عدم
موجود در میانہ کریم ست ذوالکرم
ساقی بیار بادہ گلگون و جام و جم
این ست ایں بہار گل و روضہ ارم
جز ظرف جو لیار دسے تو شوار چیست

شعر

نو مید نباید شدن از گردش ایام
شامے بجہاں نیست کہ او را سحری نیست

خمسہ بر غزل زیب النسا بیگم مخفی از صاحبزادہ محمد عبدالقدوس خاں فرحت مصنف ناول ہذا

از کجا آموختی پوشیدہ ماندن از شباب
عاشقاں افتادہ بہر دید تو در اضطراب
تا بکے از بیدلاں مانی چنیں اندر حجاب
بر فگن از شمع رویت اے مہ خوباں نقاب
تا بصد منت زند بر پائے تو سر آفتاب

ہر دم از درد غمت نالہ کنم ہمچوں جرس
بر سرم آید بلا صبح و مسا از پیش و پس
حالت زارے کہ من دارم ندارد ہیچ کس
در فراقت زندگانی چوں کنم یارب کہ بس
غم قوی محنت فزوں دل ناتواں جانم خراب

سے گذشت از حد جفا ہائے بتانِ ظلم کیش
چوں نہ گریم من کہ از زخم نگہ شد سینہ ریش
فرحت اندر عاشقی باید فغاں ہر لحظہ بیش
کا فری گر کنی مخفی تمامی عمر خویش
گریہ بیحد نالہ بیحد سینہ بریاں دل کباب

خاص رعایت

کتب مندرجہ فہرست کی قیمتوں میں کچھ عرصہ کیلئے خاص تخفیف اور رعایت کردیگئی ہے اسلئے شائقین جلد فرمائش بھیجکر اس رعایتی موقع سے فائدہ اٹھاویں۔

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
مجموعہ شہادت	۵ر	۴ر	الہ دین	۱۲ر	۳ر	بہار گلشن کامل	۴ر	۲ر
عزا الشہادتین	۵ر	۴ر	قمر الزماں	۱۲ر	۳ر	بزم پرستان "	۴ر	۲ر
مولود سرور احمدی	۵ر	۴ر	پرتاپ چنڈول	۸ر	۶ر	جشن پرستان "	۴ر	۲ر
خیال اکبر	۵ر	۴ر	تصور موہنا	۸ر	۶ر	جلسہ پرستان "	۴ر	۲ر
بزم عشرت	۸ر	۴ر	حسن انجلینا	۸ر	۶ر	حسینوں کا ناز "	۴ر	۲ر
بزم نشاط	۸ر	۴ر	ترچھی نظر	۸ر	۵ر	بہار چمن "	۶ر	۳ر
بزم راحت	۸ر	۴ر	چیتا ناول	۵ر	۵ر	سیر چمن "	۶ر	۳ر
طرب	۸ر	۴ر	مالن کی بیٹی	۸ر	۲ر	ترانہ بلبل "	۶ر	۳ر
[illegible] سرور	۸ر	۳ر	درد جگر	۸ر	۲ر	ترانہ دلکش "	۶ر	۳ر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	زخم جگر	۸ر	۲ر	فریاد بلبل "	۶ر	۳ر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۸ر	۲ر	فغان بلبل "	۶ر	۳ر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] بہاری	۸ر	۲ر	کشکول قوالی "	۶ر	۳ر
[illegible]	۱۲ر	۳ر	گل کا گھوڑا	۸ر	۲ر	پھولوں کا ہار "	۶ر	۳ر
[illegible]	۱۲ر	۳ر	ایران کی شہزادی	۸ر	۲ر	پھولوں کا گجرا "	۴ر	۲ر

المشتہر — منیجر ابو العلائی اسٹیم پریس ہینگ کی منڈی آگرہ